# تذکرہ

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ (فاضل دیوبند)

سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل وجامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک

تالیف

مولانا ابومحمد شکیل احمد صاحب زیدمجدہم

نواسۂ شیخ الحدیث رحمہ اللہ

زیرِ سرپرستی

مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

تلمیذ حضرت صاحبِ سوانح

اضافہ، ترتیب، تنقیح وتعلیق

اسماعیل کوثر کوساڑی عفااللہ عنہ

خادم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

**ناشر**

مجلس معارف کاپودرا، ضلع بھروچ، گجرات



## تفصیلات

| | |
|---|---|
| نام کتاب | : تذکرہ مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ |
| افادات | : مولانا ابومحمد شکیل احمد صاحب زیدمجدہم |
| زیرِ سرپرستی | : مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم |
| اضافہ، ترتیب، تنقیح وتعلیق | : اسماعیل بن یوسف کوثر کوساڑی |
| باہتمام | : عبدالرحمٰن پٹیل کاپودروی نبیرۂ حضرت مفکر ملت دام ظلہٗ |
| زیرانتظام | : حافظ ابراہیم صاحب پٹیل کاپودروی |
| سنہ اشاعت | : جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ مطابق مارچ ۲۰۱۶ء |
| کمپوزنگ وسیٹنگ | : محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا |
| صفحات | : ۱۴۸ |
| تعداد | : ۱۱۰۰ |
| ناشر | : مجلس معارف کاپودرا، ضلع بھروچ، گجرات |
| قیمت | : ۶۰/روپیہ |

## کتاب ملنے کے پتے

☆ مجلس معارف کاپودرا، ضلع بھروچ، گجرات 393001 09824112521

☆ مولانا عبدالرحمٰن صاحب پٹیل کاپودروی جامعہ اکل کوا 09687750138

*Hafez Ibrahim Patel Tel. 00447973473392
27 Tudor Rd., Eastham 07878266307
London, E6 1DP (UK)

# اجمالی فہرست





# فہرست مضامین

الٰہی کیسی کیسی صورتیں تو نے بنائی ہیں
کہ ہر اک دست بوسی کیا، قدم بوسی کے قابل ہے

☆☆☆☆☆

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اِتّقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکن ہو سخن دانی

از مرتب

# پیش لفظ

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ برصغیر کے مایۂ ناز عالم تھے۔ پشاور کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''ترناب'' میں پیدا ہوئے، از ہر ہند ''دارالعلوم دیوبند'' میں تعلیم حاصل فرمائی، اس دوران حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ سے خصوصی روابط رہے۔ ''دارالعلوم'' میں بطورِ معین مدرس بھی خدمت انجام دی۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک وغیرہ متعدد مدارس کی مسندِ حدیث کی زینت رہے۔ جمعیۃ علمائے ہند اور جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان کے پلیٹ فارم سے بھی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کو مشہور حنفی محدث شیخ محمد زاہد الکوثریؒ سے بھی خصوصی اجازتِ حدیث حاصل تھی۔ حضرت مدنیؒ کے دستِ بابرکت پر بیعت ہوئے، اور مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل ہوا۔ سیکڑوں اصحابِ طریقت واصحابِ علم و فضل شخصیات نے آپ سے کسبِ فیض فرمایا۔ افسوس کہ! یہ جلیل القدر شخصیت ہمارے دیار میں گوشۂ گمنامی ہی میں رہی۔ خدا بھلا کرے حضرت کے نواسۂ محترم مولانا ابوشکیل صاحب زید مجدہم کا کہ موصوف حضرت کی زندگی ہی میں احوال جمع کرتے رہے، اور آپ کے سانحۂ ارتحال کے بعد مختصر سی سوانح ترتیب دے کر امت کے لیے استفادے کی شکل پیدا فرمائی۔ **فجزاهم الله خيرًا في الدارين!**

موصوف کی یہ کاوش حضرت اقدس مولانا رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ کے واسطے سے مکرمی حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب



راجکوٹی مدظلہ کے پاس پہنچی، انہوں نے حضرت مفکرِ ملت دامت برکاتہم کی خدمت میں بغرضِ اشاعت اسے پیش فرمایا، اور حضرت کی بارگاہ میں قرعۂ فال اس دیوانے کے نام نکلا تو بنام خدا اُس پر کام شروع کیا گیا۔

ہمارے سامنے جو اصل موجود ہے وہ ایک کمپوز شدہ کاپی کی شکل میں ہے، جس میں تنقیح وتصحیح کی کافی ضرورت تھی، کتاب کی زبان پر پنجابی زبان کا کافی اثر تھا- جیسا کہ ابھی بھی بعض مواقع پر اسے محسوس کیا جاسکتا ہے- اس لیے سب سے پہلے زبان کی نوک و پلک سنوارنے کی کوشش کی گئی، پھر اسے مناسب ترتیب دے کر عناوین اور کچھ مضامین کا اضافہ کیا گیا۔ حسبِ ضرورت کتاب کو حواشی سے مزین کیا گیا، اور اب اسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اسے شرفِ قبول بخشے، اور صاحبِ سوانح، مؤلف، ناشر، مرتب اور معاونین کے لیے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین!

پاکستان کے اربابِ علم خصوصاً حضرت مولانا رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے کسی کو حضرت رحمہ اللہ کے بارے میں مزید واقفیت ہو تو مطلع فرما کر ممنون فرماویں؛ تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کو شامل کرسکیں۔ **ولهم الأجر من الله تعالىٰ!**

کتبہ: اسماعیل بن یوسف کوثر عفا اللہ عنہ
خادم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۸/ مارچ ۲۰۱۶ء (جمعرات)

از مؤلف

# مقدمہ

ہوا جن کو لگنے نہ دیتی تھی بلبل
وہی گل ہوائے خزاں کھا رہے ہیں

**الحمد للّٰه الذي رفع مقام العلماء العاملين في الأولين والآخرين، وشرف قدرهم يوم يقوم الناس لرب العالمين، وكافأهم مكافأة المحسنين بخدمتهم في الدين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين، سيدنا محمد وآله وصحبه أجمعين !**

امابعد! گزشتہ لوگوں کے واقعات سے بہت عبرت اور سبق حاصل کیا جاسکتا ہے؛خصوصاً اکابرینِ اسلام کے حالات سن کر اور دیکھ کر انسان اپنی زندگی کو صحیح خطوط پر استوار کرسکتا ہے؛ کیوں کہ جب سامنے ایک نمونہ پڑا ہو تو عمل کرنا پھر آسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گزشتہ لوگوں کے واقعات بیان کرنے کی غرض یہ بتائی ہے: **وكلا نقص عليك من أنباء الرسل ما نثبت به فؤادك الخ** (۱) اور سب چیز بیان کرتے ہیں ہم تیرے رسولوں کے احوال سے، جس سے تسلی دیں تیرے دل کو۔(۲)

اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ”یعنی گزشتہ اقوام ورسل کے واقعات سن کر پیغمبر علیہ السلام کا قلب بیش از بیش

(۱) ہود:۱۲۰ (۲) ترجمۂ شیخ الہندؒ



ساکن و مطمئن ہوتا ہے، اور امت کو تحقیقی باتیں معلوم ہوتی ہیں، جن میں نصیحت و تذکیر کا بڑا سامان ہے۔ آدمی جب سنتا ہے کہ میرے ابنائے نوع پہلے فلاں فلاں جرائم کی پاداش میں ہلاک ہوچکے ہیں تو اُن سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اور جب دیکھتا ہے کہ فلاں راستہ اختیار کرنے سے پچھلوں کو نجات ملی تو طبعاً اُس کی طرف دوڑتا ہے“۔(۱)

بندہ راقم الحروف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالرؤف صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کا نواسہ ہے، مجھے حضرت رحمہ اللہ سے براہ راست پڑھنے کا موقع تو نہیں ملا؛ البتہ حضرت سے میری جتنی ملاقاتیں ہوئی ہیں اُن میں سے اکثر کو میں قلم بند کرتا رہا، اور یہ میرا فطری ذوق بھی ہے، کئی ایک کیسٹوں میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ریکارڈنگ بھی کی ہے، یہ محض حضرت کی شفقتیں تھیں ورنہ کہاں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی عظیم ہستی اور کہاں بندۂ ناچیز!

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل نسیمِ صبح تیری مہربانی

شیخ الحدیث صاحبؒ کی طبیعت اگر چہ بہت نفیس اور نازک تھی، خصوصاً آخری عمر میں تو انسان کی طبیعت اور بھی بوجھل ہوجاتی ہے؛ لیکن حضرت رحمہ اللہ کو بندہ کے ذوق کا احساس ہوچکا تھا کہ اِس کو اکابر سے بہت عقیدت ہے؛ لہٰذا اکثر ملاقاتوں میں دل کھول کر میرے ذوق کے مطابق از خود ہی اکابر کے حالات وواقعات سناتے تھے، درمیان میں بندہ بعض باتوں کے متعلق وضاحت بھی چاہتا تو حضرت اس کی تفصیل فرماتے۔

(۱) تفسیر عثمانی: ص۳۱۱، طبع جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا

آپ ہمارے خاندان کے سربراہ اور مذہبی پیشوا تھے، ابتدا میں جب کبھی ملاقات ہوتی تھی تو بندہ جھجک محسوس کرتا تھا؛ مگر جس سال بندہ نے ''مقاماتِ حریری'' اور ''نورالانوار'' پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت سے ''مقامات'' اور ''نورالانوار'' کے نسخے مانگے۔ اس وقت تک حضرت بہت سی اپنی ذاتی کتابیں اور نایاب نسخے اپنے اہلِ علم رفقا اور تلامذہ کو دے چکے تھے۔ اس بار حضرت کو احساس ہوا کہ میری کتابیں جب میرا نواسہ استعمال میں لاسکتا ہے تو یہ تو بہت بڑی خوشی کی بات ہے؛ لہٰذا اسی وقت ''نورالانوار'' کا نسخہ اور ''مقامات حریری'' کی ایک شرح عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اگر ان میں سے دوسری کتابیں درکار ہیں تو وہ بھی لے جاؤ، میں تو بہت خوش ہوتا ہوں کہ ان کتابوں سے فائدہ حاصل ہو جائے؛ البتہ میں اگر کسی کو کوئی کتاب دے دوں اور اس پر میں نے اپنا نام یا کوئی یادداشت وغیرہ لکھی ہو، اور کوئی اس کو کتاب سے مٹا دے تو اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے؛ چناں چہ اس ایک ہی دن میں تقریباً ۷۰ رکتابیں بندہ کو عطا کیں۔ **والحمد للہ علی ذالک!** اس کے بعد جھجک ختم ہوتی گئی اور وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ کتابیں حضرت سے لے جاتا تھا۔

آپ رحمہ اللہ کے سوانح حیات بندہ نے آپ کی زندگی ہی میں لکھنا اور جمع کرنا شروع کئے تھے؛ مگر کچھ تو بندہ کی مصروفیات اور کچھ سستی کی وجہ سے تاخیر ہوتی گئی اور بعض مخلص دوستوں کا یہ مشورہ بھی تھا کہ اتنی بڑی ہستی کے سوانحِ حیات بہت کم ہیں؛ لہٰذا اتنی جلدی نہ کرو تا آں کہ معتد بہ معلومات اکٹھی ہو جائیں تب اسے شائع کرو۔

اس غرض سے بندہ نے حضرت کے بعض تلامذہ سے رجوع کیا تو کچھ معلومات ہاتھ آئیں، اور رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ مطابق جولائی ۲۰۱۲ء کے ماہنامہ ''الحق''



اکوڑہ خٹک میں اعلان بھی اس حوالے سے شائع کرایا؛ تاکہ ملک کے مختلف شہروں اور باہر ممالک خصوصاً ہندوستان، بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) اور افغانستان وغیرہ میں اگر شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے تلامذۂ کرام کو اُن کی سوانح حیات شائع ہونے کا علم ہو جائے تو شاید اُن کے پاس مزید حضرت کے خطوط اور یادداشتیں ہوں تو بندہ کو ارسال فرمائیں گے، کافی انتظار کے بعد کسی سے رابطہ نہ ہو سکا تو بعض ساتھیوں کی بار بار ترغیب اور اصرار پر بندہ نے موجودہ مواد پر کام تیز کر دیا۔

لہٰذا بندۂ ناچیز نے اللہ کا نام لے کر مضامین اکٹھے کئے، یادداشتیں اور ریکارڈ کیسیٹوں سے اُن کے ملفوظات لکھ کر اُن کو ترتیب دیا؛ البتہ یہ خیال رہے کہ اِن مندرجات میں قوی اور معتمد حوالوں اور مآخذ سے کام لیا گیا ہے (جو کتاب کے آخر میں درج ہیں)۔ پھر بھی انسان کمزور ہے، اگر خاندان والوں یا شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے تلامذۂ کرام کو کوئی بات غلط معلوم ہو یا اضافی معلومات کسی کے پاس موجود ہوں تو براہِ کرم بندہ کو اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، اور شیخ الحدیثؒ کے ساتھ وفا اور محبت کا ثبوت دیں۔ **جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء!**

کتاب کے آخر میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے نام اکابر علمائے دیوبند کے قیمتی یادگار مکتوبات بھی شاملِ اشاعت ہیں۔

ابومحمد شکیل احمد فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک و وفاق المدارس العربیہ ملتان
ساکن مسلم آباد، ترناب، چارسدہ، حالاً خطیب جامع مسجد سول بازار، رسالپور، نوشہرہ
مدرس جامعہ معارف الشرعیہ و خانقاہِ فریدیہ بیت الذکر محبت آباد، مردان

پہلا باب:

# نام، ولدیت وخاندان

شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا نام ''عبد الرؤف'' ہے، خاندان کے لوگ آپ کو ''باجی'' کے لفظ سے پکارتے اور یاد کرتے تھے۔

**آپ کے والد ماجد:**

آپ کے والد ماجد کا نام ''مولوی فضل حق'' ہے، جو کہ عالم دین تھے اور اپنے گاؤں ترناب کی ''مسجد میاگان'' میں پیش امام رہے ہیں؛ چناں چہ مولوی فضل حق رحمہ اللہ نے ''شرح وقایہ'' کے ایک نسخہ کے آخر میں اپنے قلم سے لکھا ہے: فضل حق طالب العلم، سکنہ ترناب، امام مسجد میاگان مؤرخہ ۳/ربیع الاول ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء۔

شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے والد صاحب نے باضابطہ طور پر پورا علم حاصل نہیں کیا تھا؛ البتہ اتنا علم ضرور حاصل کیا تھا کہ امامت وغیرہ کے احکام و مسائل صحیح طور پر جانتے تھے۔

شیخ الحدیث صاحب کے چھوٹے بھائی جناب الحاج نورالحق صاحبؒ نے راقم الحروف سے فرمایا کہ ہمارے والد صاحب پہلے ترناب میں ''مسجد شیخان'' میں بلاتنخواہ امامت کرتے تھے اور پھر ''مسجد میاگان'' میں بھی بلاتنخواہ امامت کرتے تھے، یہ مسجد انہوں نے ہی آباد کی تھی۔



ان کی وفات بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب میں ہوئی، جنازہ ترناب کے قبرستان ''آدم غار بابا'' میں پڑھایا گیا جب کہ یہ عیدالاضحیٰ کا پہلا دن تھا، بقول جناب عبدالعطوف صاحب -صاحب زادۂ شیخ الحدیث صاحب- شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے موقوف علیہ پڑھا تھا اور دورۂ حدیث ابھی باقی تھا کہ میرے والد صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے، گویا یہ ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء کا سال تھا۔

**حضرتؒ کے جدامجد کے مختصر احوال:**

آپ کے دادا صاحب کا نام مولوی عبدالمفسر رحمہ اللہ ہے، ان کی تاریخ وفات مولوی فضل حق صاحب نے اس طرح قلم بند کی ہے:

**رحلت قبلہ گاہ صاحب:** بتاریخ ۸/ ماہ رمضان ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء بہ شب سہ شنبہ بعد ادا کردن نماز عشا رحلت نمودہ- یعنی میرے والد گرامی مذکورہ تاریخ کو منگل کی رات، نماز عشا ادا کرنے کے بعد رحلت فرما گئے۔

دادا صاحب اصل میں حسن خیل (پڑانگ چارسدہ) سے ترناب منتقل ہوکر آئے تھے- اس ہجرت کی وجہ حسن خیل اور ابوسعید خیل قبیلوں کی آپس میں دشمنی تھی- اور یہاں ترناب اور دوآبہ کے علاقے میں ''مفسر اخونزادہ'' کے نام سے یاد کئے جاتے تھے اور بہت بڑے عالمِ دین تھے۔

بقول جناب حاجی نورالحق صاحب رحمہ اللہ وہ سوات بابا جی صاحب کے مرید تھے، چوں کہ آپ نے جائیداد بھی خرید لی تھی تو ایک مرتبہ جب آپ سوات

بابا جی صاحب سے ملاقات کے لیے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ یا جائداد رکھو گے یا میرے حلقۂ ارادت میں رہو گے؛ لہٰذا آپ نے واپس آکر زمینیں اپنے چھوٹے بھائی کے حوالے کی۔ وہ بڑا فضول خرچ اور بداخلاق تھا، ایک بار جب دادا صاحب سوات سے آئے تو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انہیں رقاصاؤں کے گانے کی آوازیں سنائی دیں۔ پوچھنے پر کسی نے بتایا کہ یہ آپ کے بھائی نے محفل سجائی ہے، اس پر آپ بہت ہی غمگین ہوئے، ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے یہ دعا مانگی کہ ''اے اللہ! اگر یہی حالت باقی رہے تو مجھے جلدی اٹھالے (یعنی موت کی دعا مانگی) یا میری زندگی میں ہی اس کو تباہ کردے تاکہ میرا دل ٹھنڈا ہوجائے۔ اس کے بعد پھر سوات چلے گئے، چند دن بعد بابا جی صاحب نے حکم دیا کہ اپنے گاؤں چلے جاؤ! چناں چہ آپ واپس گاؤں چلے آئے، اور ٹھیک اسی وقت (مذکورۃ الصدر وقت) میں مسجد میں نفل پڑھ رہے تھے کہ کوئی شخص دوڑ کر مسجد میں آیا اور کہا کہ استاذ جی! جلدی کریں، گھر تشریف لائیں، آپ کے بھائی صاحب سات دن سے نزع کی حالت میں تکلیف میں مبتلا ہیں؛ چناں چہ آپ گھر تشریف لائے اور بھائی کا سر اپنی ران پر رکھا، اور پھر چند لمحے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

### آپ کا شجرۂ نسب:

مولانا عبدالمفسر صاحب کے ایک چھوٹے بھائی اور ایک بہن بھی تھیں۔ پردادا کا نام محمد نصیر خان ہے، شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی الحاج نورالحق



صاحب مرحوم کے قلم سے خاندان کا شجرہ اس طرح محفوظ ہے:

شجرۂ محمد نصیر خان مرحوم آف حسن خیل چارسدہ: مولوی عبدالرؤف مرحوم بن مولوی فضل حق مرحوم بن مولوی عبدالمفسر مرحوم بن محمد نصیر خان مرحوم''۔

### آپ کے بھائی بہن:

شیخ الحدیث صاحبؒ کے تین بھائی اور تین بہنیں تھیں جو کہ اب سب کے سب اللہ کے پیارے ہوگئے ہیں۔ آپ سے چھوٹے بھائی مولوی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ تھے جن کو آپ اپنے ساتھ ''دارالعلوم دیوبند'' لے گئے تھے، وہاں انہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں؛ مگر آخر تک وہاں پر اپنی تعلیم کا سلسلہ قائم نہ رکھ سکے۔ اکابر کے بہت بڑے عاشق اور مداح تھے، ان کو یاد کرکے رو پڑتے تھے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ وغیرہ اکابر کو دیکھا تھا، بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ کے ساتھ تھا، ان سے آپ بروز پنج شنبہ مؤرخہ ۴/ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ بوقت چاشت بیعت ہوئے۔ مولوی محمد شریف صاحب کا انتقال بروز جمعرات، ۱۴/شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۵/مارچ ۱۹۹۴ء کو ہوا۔

دوسرے بھائی کا نام عبدالحق ہے جو کہ جوانی میں فوت ہوگئے تھے۔ تیسرے بھائی جناب الحاج نورالحق صاحب ہیں جن کا انتقال بروز بدھ ۲۹/جنوری ۲۰۰۷ء کو ہوا، آپ نے شیخ الحدیث صاحبؒ کی بے حد خدمت فرمائی، ان کی قبر شیخ الحدیث صاحبؒ کے قدموں کی جانب ہے۔

## آپ کی پیدائش:

شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا سنہ پیدائش ۱۹۱۱ء/۱۳۳۰ھ ہے اور میری والدہ صاحبہ (وفات: ۱۳۷۵ھ) فرماتی تھیں کہ جن دنوں میں تمہاری پیدائش ہوئی تھی - بقول عبدالعطوف صاحب دادی صاحبہ کہتی تھیں کہ شیخ الحدیثؒ کی عمر اس وقت چھ مہینے کی تھی - ان دنوں میں ترناب کا مشہورِ زمانہ ڈاکو ''حکیم خان'' مع اپنے ساتھیوں کے لوگوں پر ڈاکے ڈالتا تھا اور حکومت والوں کا ان سے مقابلہ ہوتا تھا، تو جب طرفین سے گولیاں چلتی تھیں اور فائرنگ کی آواز آتی تھی تو تم گولیوں کے گرجنے کی وجہ سے بستر پر اچھل پڑتے تھے۔

## حلیہ:

آپ کا قد چھوٹا، بدن ہلکا اور کمزور تھا، چہرہ پُرکشش اور پیار بھرا، آپ نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے؛ مگر جب کوئی آپ کے ساتھ بات شروع کرتا تو آپ کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے وہ مٹھاس رکھی تھی کہ ان کے ہاں سے پھر اٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا(۱)۔

(۱) مولانا عبدالقدوس صاحب رومیؒ فرماتے ہیں: مولانا عبدالرؤف خان صاحب پشاوری پٹھان تھے، قد وقامت اور جثہ تو پٹھانی نہ تھا؛ لیکن مزاج کو دیکھ کر یقین ہوگیا تھا کہ موصوف خالص پٹھان تھے، ''دارالعلوم دیوبند'' میں حضرت مدنیؒ سے تلمذ تھا اور پھر انہیں سے بیعت بھی تھے، اور اسی وجہ سے کھدّر پوش بھی تھے۔ (نقوش بسم اللہ: ۲/۴۴)



دوسرا باب:

# تعلیم وتربیت

## ابتدائی تعلیم:

ناظرہ قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم اپنے ماموں حکیم محمد یوسف صاحبؒ سے حاصل کی۔

ترناب گاؤں میں ۱۳۴۰ھ میں ایک مدرسہ ''ضیاءالاسلام'' کے نام پر بنا تھا، یہ مدرسہ چوں کہ ایک مڈل اسکول میں تھا اس لیے اسے ''ضیاءالاسلام مڈل اسکول'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔

یہاں پر آپ نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ المعروف بہ متھرے استاذ سے پنج گنج، دستور المبتدی اور صرف بہائی پڑھیں۔ ساتویں جماعت تک آپ نے اسکول کی تعلیم حاصل کی۔ اسکول میں پڑھی ہوئی بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

صَرفِ اردو کا ابتدائی رسالہ، قواعدِ اردو، اردو خط وکتابت، قواعد المبتدی، الصحیفۃ الثانیۃ (عربی زبان دانی کی دوسری کتاب) سلّم الادب، رسالۂ حساب، مدوجزرِ اسلام معروف بہ ''مسدس حالی'' قواعدِ عربی جماعت ششم، مساحت کی کتاب جماعت ششم، خزینۃ النصیحت جماعت ہفتم، خلاصۃ المسائل جماعت ہفتم، فارسی کی پہلی کتاب، فارسی کی دوسری کتاب، فارسی کی تیسری کتاب، فارسی کی چوتھی کتاب

وغیرہ۔ آخر الذکر کتاب پر اپنے قلم سے لکھا ہے: نام طالب علم عبدالرؤف، تاریخ ۱۵/ جولائی ۱۹۲۴ء۔

**دارالعلوم دیوبند کے لیے رختِ سفر:**

ساتویں جماعت کے امتحان سے قبل ہی آپ ''دارالعلوم دیوبند'' انڈیا داخلہ لینے کے لیے تشریف لے گئے۔ ۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ/ ۱۸/ اگست ۲۰۱۱ء کو شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے صاحب زادے جناب عبدالعطوف صاحب نے بتایا کہ یہاں سے کافی لوگ گروپ کی شکل میں ''دارالعلوم دیوبند'' جارہے تھے تو شیخ الحدیث صاحبؒ بھی اُن کے ساتھ چلے گئے، اُن میں میرے نانا، ماموں عبدالسمیع صاحب اور مولانا معارف گل صاحب بھی شامل تھے۔

**دارالعلوم میں داخلہ وفراغت:**

۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء کو آپ نے ''دارالعلوم دیوبند'' میں داخلہ لیا، داخلہ کا امتحان حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب نے لیا جس میں آپ کامیاب ہوئے، اور پھر پورے دس سال تک وہیں پر اکابر علمائے کرام کے زیرِ سایہ علوم دینیہ میں کمال حاصل کیا۔ ''دارالعلوم'' سے فراغت ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔

فرمایا کہ ہم تین ساتھی اکٹھے ''دارالعلوم دیوبند'' سے فارغ ہوئے، ایک میں، دوسرے صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی رحمہ اللہ اور تیسرے علاقہ ''بہادر کلے'' کوہاٹ کے حضرت مولانا..................(۱)

(۱) اصل میں اسی طرح بیاض موجود ہے۔



**سندِ فراغت:**

دارالعلوم کی سندِ فراغت -جس کا نمبر ۲۰۲۲ ہے- میں آپ کے متعلق اساتذۂ کرام کے حوصلہ افزا الفاظ، سن داخلہ، سن فراغت اور پڑھی ہوئی کتابوں کی تفصیل یوں مذکور ہے:

**وبعد: فإن الأخ الصالح البار المولوي عبدالرؤف بن المولوي فضل حق المتوطن ترناب من مضافات پشاور قد دخل ''دارالعلوم الديوبندية'' في الثامن عشر من ذي القعدة سنة خمس وأربعين بعد ألف وثلاث مائة من الهجرة النبوية. وهو عندنا سليم الطبع، جيد الفهم، مرضي السيرة، محمود السريرة، وله مناسبة بالعلوم تامة، واستعداد كامل، يقدر على الإفادة بعون الله تعالىٰ وحسن توفيقه. تحريرًا في يوم السبت للثاني والعشرين من ذي القعدة سنة خمس وخمسين بعد ألف وثلاث مائة من الهجرة النبوية صلى الله على صاحبها وسلم.**

**أسامي الكتب المقروءة: قرأ من علم التفسير وأصوله: الجلالين، والبيضاوي، والثلثين الأولين من تفسير الحافظ ابن كثير، والفوز الكبير. ومن علم الحديث وأصوله: صحيحي الإمامين الهمامين البخاري ومسلم، وسنن أبي داؤد، والنسائي، وابن ماجه، والجامع للإمام الترمذي والشمائل له، والموطين للإمامين القدوتين**

مـالـک ومـحـمـد، وشرح معاني الآثار للإمام الطحاوي رحمهم اللّٰه تـعـالٰی، ومشـــكاة المصابيح، وشرح نخبة الفكر. ومن علم الفقه وأصـولـه: كـنـز الـدقائق، وشرح الوقاية، والهداية بتمامها، و أصول الشـاشـي، ونـورالأنـوار، ومسـلـم الثبوت، ومختصر الحسامي. ومن عـلـم الـفـرائض: السراجي. ومن علم العقائد والكلام: حاشية شرح العقائد لمولانا الخيالي. ومن علم المعاني والبيان: تلخيص المفتاح، ومـخـتـصـرالـمـعـانـي، والـمـطول. ومن علم الأدب: مفيد الطالبين، ونـفـحة اليـمـن، والـمقامات للحريري، وديوان الحماسة. ومن علم الهيئة: شرح الـچُغمِيني، و الرسالة المسماة به بست باب. ومن علم الـمـعـقـول والـفـلسـفة: كـبـرىٰ، و إيسـاغوجي، والمرقـاة، وشرح التهـذيب، والقطبي، وحاشيته لمولانا السيد الشريف، وسلم العلوم، و شروحه لمولانا محمد حسن، والقاضي مبارک، وحمد اللّٰه، ومير زاهـد، رسـالـه ميـر زاهـد مـلا جلال، والميبذي، وصدرا، والشمس البـازغة، وشـرح الإشـارات لـلـعـلامة الـطـوسي. ومِن عِلم النحو: نـحـومـيـر، وهـداية الـنـحـو، و شـرح مائة عامل، والكافية، وشرحها لمولانا الجامي. ومن علم الصرف: علم الصيغة، والفصول الأكبرية. ومن علم التجويد والقرأة: هدية الوحيد، و تحفة الأطفال، والمقدمة الجزرية. وَ جَوَّدَ بعضَ القرآن.



إمضاء ات المدرسين الكرام والأراكين العظام بدارالعلوم

محمد طیب عفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۸/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ، بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ، محمد سہول عثمانی عفی عنہ ممبر ومفتی دارالعلوم دیوبند، شبیر احمد عثمانی صدر مہتمم، محمد اعزاز علی غفرلہ، بندہ سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ، بندہ محمد شفیع عفی عنہ، سید اختر حسین عفا عنہ، محمد عبدالحق نافع عفی عنہ، محمد عبدالوحید غفرلہٗ، عبدالسمیع، محمد جلیل غفرلہ، ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ صدر مدرس، ریاض الدین عفی عنہ، محمد عزیز بقلم خود ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ۔

## خصوصی سندِ اجازت:

احادیث مبارکہ کی اجازت حضرت مدنیؒ نے اجازت نامہ (الإجـــــازة المسندة لسائر الكتب والفنون المتداولة) میں تحریری طور پر اس طرح دی:

فـقـد استجازني الأخ في اللّٰه المولوي عبد الرؤف بن المولوي فـضل حق الپشاوري، وأنا الفقير إلى عفو الرب الودود الأحد، عبده الـمـدعوبين الأنام بحسين أحمد، غفرله ولوالديه ومشايخه وأسلافه الـرؤف الـصمد، خادم العلوم بدارالعلوم الكائنه ببلدة ديوبند، الهند في شوال ١٣٥٦هـ ألف وثـلاث مائة وست و خمسين من هجرة من له العزوالشرف على صاحبها ألف ألف صلوة وسلام.

## اساتذۂ کرام اور کتبِ مقروءہ کی تفصیل:

جن جن اساتذۂ کرام سے جو جو کتابیں پڑھی ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل یہ ہے: شرح وقایہ حضرت مولانا اختر حسین صاحب رحمہ اللہ سے۔ صدرا، شمس بازغہ، شرح اشارات للطوسی، سلم العلوم، ملاحسن اور ہدایہ تا کتاب العاریہ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رحمہ اللہ سے۔ التوضیح والتلویح اور مسلم شریف حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ سے۔ شرح جامی حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب رحمہ اللہ سے۔ تفسیر ابن کثیر کا کچھ حصہ اور قاضی مبارک حضرت العلامہ مولانا سید شمس الحق افغانی صاحب رحمہ اللہ سے۔ تفسیر ابن کثیر کا کچھ حصہ اور ''الفوز الکبیر'' حضرت مولانا میاں نافع گل صاحب رحمہ اللہ سے- ان کا اصل نام عبدالحق ہے، جو اسیر مالٹا حضرت مولانا میاں عزیر گل صاحب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے- اصل میں جب دورۂ تفسیر کا افتتاح ہوا تو شروع میں تفسیر ابن کثیر شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کے پاس تھی، مگر نظامتِ مدرسہ کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحق نافع گل صاحب رحمہ اللہ کی طرف منتقل کی گئی۔ شمائلِ ترمذی، نسائی شریف کا کافی حصہ، مقاماتِ حریری، دیوان متنبّی، دیوان حماسہ اور سبعہ معلقہ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ سے۔ ہدایہ اوّل اور مشکاۃ شریف حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب رحمہ اللہ سے۔ مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، مختصر القدوری، مقاماتِ حریری کا کچھ حصہ (دیوانِ متنبّی بحوالہ ماہنامہ بیّنات کا بنّوری نمبر: ص۶۹۵)، قطبی، میر قطبی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع



صاحب دیوبندی رحمہ اللہ سے اور ان کے درسِ قرآن مجید میں بھی کبھی کبھی بیٹھا کرتے تھے۔ ابوداؤد شریف حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ سے اور بخاری شریف اور ترمذی شریف شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ سے پڑھیں اور صحاح ستّہ کی اجازت بھی انہوں نے دی ہے۔

## تجوید وقراءت کی تحصیل:

تجوید وقراءت ''دارالعلوم دیوبند'' کے شعبۂ قرأت کے صدر مدرس حضرت مولانا قاری عبدالوحید خان صاحبؒ سے حاصل کی جو ''ہدیۃ الوحید'' کے مؤلف ہیں۔ ان کے بارے میں شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کو پہلے پہل حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور ان کے بھائی حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب کے لیے شخصی طور پر استاذ رکھا گیا تھا؛ مگر بعد میں باقاعدہ طور پر ''دارالعلوم'' کے لیے تجوید وقراءت کے استاذ مقرر ہوئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی تنخواہ ان دنوں میں پینسٹھ روپے ہوا کرتی تھی؛ حالاں کہ ''دارالعلوم'' کے شیخ الحدیث کی تنخواہ پچپن روپے ہوتی تھی، یعنی ان کی تنخواہ شیخ الحدیث کی تنخواہ سے بھی زیادہ ہوتی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''دارالعلوم'' والوں کی نظر میں تجوید وقرأت کی کتنی اہمیت تھی!

اسی مناسبت سے یہاں ''دارالعلوم دیوبند'' میں شعبۂ تجوید کی اہمیت کے بارے میں راولپنڈی کے حضرت مولانا محمد عبدالمعبود صاحب مدظلہ کی کتاب سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

## دارالعلوم دیوبند میں شعبۂ تجوید:

برصغیر پاک وہند میں علوم دینی اور درس نظامی پڑھانے کا معقول انتظام تھا؛ لیکن مدارس میں تجوید وقراءت کے باقاعدہ شعبے موجود نہ تھے، بلکہ دینی مدارس میں تجوید وقراءت کی طرف توجہ ہی بہت کم تھی۔ انفرادی طور پر تو تجوید وقراءت کا کام ہو رہا تھا؛ لیکن مدارس کی سطح پر نہیں۔ تجوید وقرأت کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے سب سے پہلے برصغیر میں ''دارالعلوم دیوبند'' میں شعبۂ تجوید کا آغاز ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں ہوا(۱)، جس میں ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ کو استاذ القرا حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے شاگرد رشید قاری عبدالوحید الہ آبادی کا تقرر عمل میں آیا، جب کہ ''مظاہر علوم سہارن پور'' میں شعبۂ تجوید کا اجراء ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں ہوا۔
(تذکرہ منبع علوم وفنون: ۳۴۵)

''دارالعلوم دیوبند'' کو یہ امتیازی شرف حاصل رہا کہ وہاں تجوید وقراءت کے فنون سے علما کو مستفید کیا گیا، علوم عربیہ سے منسلک ہر قسم کے طلبہ کے لیے تجوید کے شعبہ سے استفادہ لازم رہا۔ ''دارالعلوم دیوبند'' کی شہرۂ آفاق عظیم الشان درس گاہ کے لیے ایک ایسے ماہر وجامع فن استاذ کی ضرورت تھی جو اس فن میں یگانہ وفرزانہ ہو؛ چناں چہ تجوید وقرأت کے ممتاز وماہر شیخ القرا حضرت قاری عبدالوحید۔ جو حضرت

(۱) یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح ''دارالعلوم'' کی ابتدا ایک استاذ اور ایک شاگرد سے ہوئی، اسی طرح شعبۂ تجوید کا افتتاح ایک استاذ یعنی قاری عبدالوحید صاحب اور ایک شاگرد یعنی حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ سے ہوا۔ وذالک من أعاجیب الدهر! (تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۰۸)



قاری عبدالرحمٰن مکی قدّس سرُّہُ العزیز کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ مَسنَدِ تجوید وقراءت پر رونق افروز ہوئے۔ ان کی تصانیف میں ''ہدیۃ الوحید'' فن تجوید کی مبسوط اور جامع کتاب ہے۔ قاری صاحب موصوف کے ارشد تلامذہ میں قاری محمد طیب صاحبؒ، ان کے بھائی قاری محمد طاہرؒ وغیرہ شمار ہوتے ہیں۔ دوسرے بزرگ استاذ تجوید وقراءت ۔جو قاری عبدالوحید صاحب کے بعد ''دارالعلوم دیوبند'' کے شعبۂ تجوید وقراءت کی مَسندِ صدارت پر فائز ہوئے۔ قاری حفظ الرحمٰن رحمہ اللہ تھے، انہوں نے بھی طویل عرصہ تک قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ کی خدمت میں الہ آباد رہ کر فن کی تحصیل وتکمیل کی تھی۔ (تاریخ مکہ مکرمہ: ۳/۷۶)

فرمایا کہ میری فراغت کے سال دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد دوسو ساٹھ تھی، اس زمانے میں ''دارالعلوم'' میں درس بغیر لاؤڈ اسپیکر کے دیا جاتا تھا، مگر سب طلبا اساتذہ کی آواز صاف سنتے تھے۔

## اجازت حدیث از علامہ کوثری رحمہ اللہ:

آپ کو حضرت العلامہ وکیل الاحناف مولانا محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹/ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ) سے بھی اجازت حدیث تحریری طور پر حاصل ہے؛ چوں کہ حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنُّوری رحمہ اللہ حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کی کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں اکثر مصر تشریف لے جایا کرتے تھے؛ لہٰذا حضرت کوثری رحمہ اللہ کی حدیث دانی اور حنفیت کی خدمت کی شہرت ہوچکی تھی تو شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے حضرت بنُّوری رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ

میرے لیے ان سے اجازت طلب فرمائیں؛ چناں چہ انہوں نے حضرت بَنوریؒ کے توسّط سے آپ کو جو تحریری اجازت نامہ مصر سے بھیجا تھا، اس کا متن مندرجۂ ذیل ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ، وصلوات اللّٰہ وسلامه علی سیّدنا محمد رسول اللّٰہ، وآلہٖ وصحبہٖ أجمعین، والتابعین لهم بإحسان إلی یوم الدّین.

أمّا بعد: فقد استجازني مولانا المحدّث الشیخ عبدالرؤف ابن المولوي فضل الحق البشاوري، شیخ شرح معاني الآثار للإمام أبي جعفر الطحاوي، في الجامعة الإسلامیة في دابھیل سورت، مکاتبةً بواسطة أخینا في اللّٰہ العلاّمة السیّد محمد یوسف البَنُّوْرِي شیخ الحدیث في الجامعة المذکورة، فاستعنت اللّٰہ سبحانهٗ وأجزتهٗ أن یّروي عنّي جمیع ما صحّ لي وعنّي روایتهٗ بوجوه التحمل المعتبرة عند السادة البررة، إجازةً عامةً شاملةً تامةً وخاصةً بالأسانید المحررة في ثبتي المختصر ”التحریر الوجیز فیما یبتغیه المستجیز“ وفي الحاوي وبلوغ الأماني والإمتاع وغیرها من رسائلي، وبجمیع مؤلفاتي وبجمیع کتب الصحاح والسّنن والمسانید والمعاجم والمشیخات وکتب الفسیر والمصطلح والتاریخ والفقه والأصول وعلم التوحید وسائر العلوم والمؤلفات المذکورة أسانیدُها في الأثبات الّتي ذکرت أسانیدها إلی أصحابها في ثبتي السابق الذکر،



ولاسیّما شرح معاني الآثار للطّحاوي وشرحیه للبدر العیني بشرط التثبت والضبط مع مراعاة الابتعاد عن سوق الأسانید بطرق أظناء ......... أو طرق إلحان من طریقي للجهل بأحوالهم حیث لابرکة في علو فیه مغامز. و أرجو أن لا ینساني و مشایخي من دعواته المبارکة في مظان الإجابة، موصیًا له ونفسي الخاطئة بالتقوی في السر والعلن، وذلک أحسن ما یتواصی به المسلمون. قال عليّ کرم اللّٰہ وجهه: احتج إلی من شئت تکن أسیره، و استغن عمن شئت تکن نظیره، وإیّاک أن تکون الفاتن أو المفتون، بل کن في الفتنة کابن اللبون، لاضرع فیحلب، ولا ظهر فیرکب، ولا تستحیینّ أن تتعلم ما لا تعلم، ولا تستنکفنّ أن تقول لا أعلم فیما لا تعلم، وصلّی اللّٰہ علٰی سیّدنا محمّد وآلہٖ وصحبہٖ أجمعین، والحمد للّٰہ ربّ العالمین.

تحریرًا في یوم الإثنین الخامس عشر من شهر جمادی الآخرة سنة ۱۳۶۹ھ بمنزلي رقم ۱۰۴ بشارع العباسیة بالقاهرة بقلم الفقیر المجیز محمّد زاهد بن الحسن الکوثري غفر اللّٰہ لي ولوالديّ ولمشایخي وللمستجیز ولسائر المسلمین.

تیسرا باب:

# خدمات

## دارالعلوم دیوبند میں تدریس وامامت:

ایک مرتبہ شیخ الحدیث صاحبؒ نے کسی کے پوچھنے پر بتایا کہ میں نے ''دارالعلوم دیوبند'' میں باقاعدہ تدریس نہیں کی؛ البتہ میں وہاں پر معین مدرس تھا۔

میں ''دارالعلوم دیوبند'' کی جامع مسجد میں نائب امام اور خطیب بھی تھا، جب حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا قاری محمد طیب رحمہم اللہ موجود نہیں ہوتے تھے تو پھر میں امامت وخطابت کرتا تھا ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست  تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

## مدرسہ تجوید القرآن:

''دارالعلوم دیوبند'' سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ نے موضع ''سیانہ''، ضلع بلند شہر کے ایک مدرسہ ''مدرسہ تجوید القرآن'' میں بھیجا، مدرسہ کے مہتمم صاحب حضرت قاری محمد خضر رحمہ اللہ نے مدرسہ میں عربی کا ایک شعبہ کھولا تھا، آپ اُس میں مختلف کتابیں طلبا کو پڑھاتے رہے۔

## مدرسہ منصور پور میں:

اس کے بعد ۱۹۴۲ء تک منصور پور ضلع مظفر نگر (یو، پی) میں مدرس رہے اور وہاں پر ایک جامع مسجد میں خطابت کی خدمات بھی ادا کرتے رہے۔ (یاد رہے کہ ضلع مظفر نگر وہ ضلع ہے جس میں حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی ولادت بھی



ہوئی ہے(۱)۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ: ج۱/ص۳۵)

مذکورہ جامع مسجد کی خطابت کے دوران حضرت مدنی رحمہ اللہ کا بھیجا ہوا ایک مکتوب عنقریب پیش کیا جائے گا جو کہ ''مکتوباتِ شیخ الاسلام''، طبع اعظم گڑھ انڈیا جلد اول میں شائع بھی ہوا تھا۔

## خان جہان پور میں تدریس:

۲۹/اپریل ۱۹۹۹ء بروز جمعرات حضرت مولانا مجاہد خان الحسینی نوشہروی مدظلّہ (خادمِ خاص حضرت مدنی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ شیخ الحدیث صاحب نے خان جہان پور میں بھی تدریس کی ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الحدیث صاحبؒ سے عرض کیا کہ آپ جسماً کمزور ہیں، لیکن روحانیت کی برکت سے زندہ رہے ہیں۔ تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ روحانیت تو آپ میں زیادہ ہے کہ جوانی میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت کی ہے۔ (راقم الحروف نے ان سے ۱۸/مارچ ۲۰۱۱ء بروز جمعہ اس کے بارے میں دوبارہ بھی تصدیق کرائی)۔

## مراد آباد میں تدریس:

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے مراد آباد میں بھی تدریس کی ہے اور وہاں پر ایک مسجد میں خطابت بھی کی ہے؛ مگر اُن دنوں میں نے دانت نکلوائے تھے تو لوگ اس وجہ سے میری تقریر صحیح طور پر نہیں سمجھتے تھے۔

---

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ولادت بمقام پھلت ضلع مظفر نگر ہوئی ہے۔

## جامعہ عربیہ رحمانیہ روڑکی سہارن پور:

پھر وہاں سے مدرسہ جامعہ رحمانیہ تحصیل روڑکی ضلع سہارن پور میں مدرس اور بعد میں صدر مدرس مقرر ہوئے، آپ سے قبل اس جامعہ میں اسیر مالٹا حضرت مولانا میاں عُزیرگل صاحب رحمہ اللہ صدر مدرس تھے۔

فرمایا کہ اب اول تو پاکستان سے انڈیا کا ویزا ملتا نہیں اور اگر مل بھی جائے تو بہت کم مہینوں کا مل پاتا ہے، میں جب یہاں سے روڑکی میں ''جامعہ رحمانیہ'' میں تدریس کے لیے جارہا تھا تو مجھے صرف چار مہینے کا ویزا ملا، جب وہاں میرے چار مہینے پورے ہوگئے تو حکومت والے وہاں میرے پیچھے بار بار آتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کا وقت پورا ہوگیا ہے، اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ آپ وہاں پاکستان کے فلاں علاقہ کے پٹھان ہیں۔ جب میں مہتمم صاحب سے یہ صورتِ حال عرض کرکے کہتا کہ کیا کیا جائے تو وہ فرماتے کہ ہم نمٹ لیں گے آپ کوئی فکر نہ کریں؛ چناں چہ مہتمم صاحب مدافعت کرتے۔

فرمایا کہ ''جامعہ رحمانیہ'' میں میری تنخواہ پینتیس روپے تھی اور وہاں پر مشکاۃ شریف دونوں جلد، ہدایہ شریف دونوں جلد، حمد اللہ اور قاضی مبارک وغیرہ کل تیرہ کتابیں میرے زیرِ تدریس تھیں۔

''جامعہ رحمانیہ'' میں آپ نے چھ سال تدریس فرمائی، وہاں سے چلے جانے کے متعلق ایک یادداشت میں جامعہ والوں نے لکھا کہ:



ہم تصدیق کرتے ہیں کہ جناب مولانا عبدالرؤف صاحب کا تقرر بحیثیت صدر مدرس ''مدرسہ رحمانیہ روڑکی'' ۲۸/ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۷/نومبر ۱۹۴۳ء کو ہوا، اور اپنی خواہش سے ۷/شوال ۱۳۶۸ھ مطابق ۳/اگست ۱۹۴۹ء کو مدرسہ کی ملازمت سے سبک دوش ہوئے۔ صاحب موصوف نے مدرسہ ہٰذا میں تقریباً ۶/سال کام کیا ہے، اس مدت میں آپ نے نہایت جانفشانی اور ایمان داری سے مدرسہ کی خدمات انجام دی ہیں، ساتھ ہی آپ کانگریس اور ''جمعیۃ العلما'' کے ذمہ دار رکن ہونے کی حیثیت سے پبلک خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ فقط

دستخط مہتمم مدرسہ عربیہ رحمانیہ روڑکی حافظ سلطان احمد میونسپل کمشنر روڑکی ضلع سہارن پور، ناظم مدرسہ عربیہ رحمانیہ روڑکی عبداللطیف خان بقلم خود ۱۷/جون ۱۹۵۰ء

## جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت:

۱۹۴۹ء میں ''جامعہ رحمانیہ'' سے ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' ضلع سورت تشریف لے گئے؛ چناں چہ ''تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' مصنفۂ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی سابق استاذ حدیث جامعہ ڈابھیل کے صفحہ ۱۱۶/پر لکھا ہے: اور شوال (۱۳۶۸ھ) میں مولانا عبدالرؤف (پشاوری) کا تقرر ہوا۔ اور صفحہ ۱۲۱/پر لکھا ہے کہ مولانا عبدالرؤف صاحب ۶/صفر ۱۳۷۳ھ کو جامعہ سے الگ ہوگئے (۱)۔

---

(۱) مولانا عبدالرؤف صاحبؒ نے ''جامعہ ڈابھیل'' میں ''بخاری شریف، مسلم شریف، مشکاۃ شریف، مختصر المعانی'' کی تدریس فرمائی ہے جیسا کہ حضرت مفکرِ ملت دامت برکاتہم کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور مولانا عبدالقدوس صاحب رومیؒ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ترمذی شریف'' بھی آپ کے زیرِ درس رہی ہے۔

۷ر مئی ۱۹۹۶ء کو راقم الحروف حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاضل دیوبند وتلمیذ حضرت اقدس مدنی رحمہ اللہ کی ملاقات کے لیے گاؤں شیخان نزد مزار مرزا گل بابا براستہ جلوزی کیمپ گیا تھا، یہ راقم کی دوسری ملاقات تھی۔ جب میں نے وہاں ان کے پاس ''مکتوبات شیخ الاسلام'' جلد اول میں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کا مکتوب بنام شیخ الحدیث رحمہ اللہ ان کو دکھایا اور یہ بھی بتایا کہ آپ رحمہ اللہ ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' میں بھی احادیث شریفہ کا درس دیا کرتے تھے تو مولانا عبدالشکور صاحب نے بڑی حیرت سے فرمایا کہ پھر تو یہ بہت بڑے محدث ہیں! اس لیے کہ ڈابھیل میں ہر شخص درس حدیث نہیں دے سکتا۔ غالباً ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' میں آپ کی ماہانہ تنخواہ دوسو پچاس روپے تھی۔(۱)

## پاکستان میں تدریسی خدمات:

۱۹۵۳ء میں ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' سے رخصت ہوکر اپنے وطن آئے اور 'دارالعلوم نعمانیہ' اتمانزئی، چارسدہ میں پڑھانے لگے، آپ بخاری وترمذی پڑھاتے تھے۔

بقول آپ کے تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا روح الامین صاحبؒ پہلے سال دس طلبا آپ سے دورۂ حدیث پڑھ رہے تھے، جن میں میرے علاوہ ''دارالعلوم نعمانیہ'' کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا روح اللہ صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب رحمہ اللہ' مولانا عبدالرحیم صاحب- حضرت مولانا محمد اسرائیل

(۱) صحیح یہ ہے کہ آپ کی تنخواہ ۱۶۰ر روپے تھی، ۱۳۷۳ھ میں حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ کی سبک دوشی کے بعد عہدۂ شیخ الحدیث آپ کو تفویض کیا گیا تو آپ کی تنخواہ ۲۰ر روپے کا اضافہ ہوکر ۱۸۰ر روپے ہوئی۔(دیکھئے تاریخِ جامعہ:۱۲۱)



صاحبؒ مہتمم ''دارالعلوم نعمانیہ'' کے بھتیجے- حضرت مولانا راحت اللہ باجوڑی- جو صرف ونحو میں کافی قابلیت رکھتے تھے اور بعد میں ''دارالعلوم تعلیم القرآن عمرزئی'' میں مدرس تھے- بھی شامل ہیں۔

بقول شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ یہاں سات سال گزارے، اس کے بعد بالترتیب جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک (فرمایا کہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کیمبلپوریؒ جب ''جامعہ اسلامیہ'' سے چلے گئے تو ان کے بعد میں جامعہ میں شیخ الحدیث مقرر ہوا)، دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ (دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ میں آپ شیخ الحدیث اور صدر المدرسین تھے، اور حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم العالیہ آپ کے ساتھ نائب تھے)، دارالعلوم عربیہ ٹل ہنگو' دارالعلوم تعلیم القرآن کوہاٹ' دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی' دارالعلوم اکبر مردان' دارالعلوم رحمانیہ (جامع مسجد فردوس خان) مردان' دارالعلوم دارالقرا نمک منڈی پشاور' دارالعلوم اشرفیہ پشاور' جامعہ اسلامیہ زرگری کوہاٹ اور جامعہ محمدیہ چراٹ نوشہرہ میں پڑھایا۔

ان تمام مدارس میں آپ شیخ الحدیث اور صدر المدرسین رہے اور بخاری شریف وترمذی شریف کے علاوہ دیگر کتابیں آپ کے زیرِ درس رہیں۔

۱۲ر جون ۱۹۹۲ء کو شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ (حضرت مولانا) مفتی محمود رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اِدھر سرحد میں تدریس کا مزہ نہیں ہے، آپ ملتان تشریف لے آئیں تو اُدھر آپ کی تدریس بہت کامیاب ہوگی؛ مگر میں ملتان نہ جاسکا۔

## طریقۂ تدریس:

آپ کا طریقۂ تدریس اپنے اُستاذ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ جیسا تھا؛ چناں چہ ایک مرتبہ فرمایا کہ ”حضرت مدنی رحمہ اللہ اس طرح درس دیتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے درس کے الفاظ لکھنا چاہتا تو آسانی سے لکھ سکتا تھا“۔

شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے تلامذہ سے بارہا یہ سنا ہے کہ ”بخاری شریف اس طرح ہمیں پڑھاتے تھے کہ گویا بخاری شریف اُن کو یاد تھی یعنی اکثر بِن دیکھے عبارت پڑھتے تھے“۔

سندِ حدیث پر ضروری بحث فرماتے اور متنِ حدیث میں محدثین کی متعدد ترجیحات بیان فرماتے، مگر کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ”میں یہ کہتا ہوں“ بلکہ علمائے اکابر کا حوالہ دیا کرتے تھے کہ فلاں شیخ نے یہ فرمایا ہے، فلاں نے یہ فرمایا ہے، اور کس نے کس کو ترجیح دی ہے وغیرہ۔ اصل موضوع کو روایتی اور فقہی تحقیق سے زیادہ زمانۂ حال کے مطابق بیان فرماتے۔ کبھی کسی صحابی کا نام بغیر رضی اللہ عنہ کے اور کسی تابعی کا نام بغیر رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں لیا کرتے تھے۔

”ترمذی شریف“ پڑھاتے وقت صحاح ستہ بھی سامنے رکھتے تھے اور دورانِ تقریر استدلال کے لیے کتاب کھول کر حوالہ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی ”**كتاب الإيمان**“ اور ”**باب بدء الوحي**“ میں بہت زیادہ تفصیل سے بیان فرماتے، اور بخاری شریف کی جلد ثانی میں ”**كتاب المغازي**“ ”**كتاب الرّد على الجهميّة**“ اور ”**كتاب الحيل**“ میں بھی مفصل تقریر فرماتے تھے۔



شیخ الحدیث صاحبؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا فیض اللہ صاحب مدظلہ (حال اَرشکئی مردان) فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ طلبا سے حدیث شریف کی کتابوں کی قراءت کراتے، چند دن کے بعد جب اُن کو اندازہ ہوجاتا کہ فلاں طالبِ علم فلاں کتاب کی عبارت صحیح اور خوب روانی سے پڑھتا ہے تو بس پورے سال کے لیے وہ منتخب ہوجاتا تھا۔

احادیثِ مبارکہ میں اِعراب کا بہت خیال رکھتے تھے، میں ”بخاری شریف“ جلد اوّل کا قاری تھا، ایک مرتبہ میں نے ایک اعراب غلط پڑھا تو آپ بہت غصہ ہوئے، آپ کا غصہ بھی بڑا ہی پیارا لگتا تھا، بس کہاں تک میں ان کی علمیت اور خوبیوں کا ذکر کروں گا، وہ علم کے ایک بحر ناپیدا کنار تھے۔

ایک روز شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے میر زاہد کے مصنف علامہ زاہد ہرویؒ کا نام، ولدیت، علاقہ، اخلاق وعادات اور قبیلہ کا اس طرح بیان فرمایا کہ معلوم ہو رہا تھا کہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ ان کے پاس کہیں رہے ہیں۔

آپ رات کو پابندی کے ساتھ تہجد کے لیے بھی اٹھتے تھے، بس ہم ہی جانتے ہیں کہ وہ کتنے بڑے عالم تھے۔

## آپ کی تدریسی خصوصیات اورفنِ حدیث میں رسوخ:

اگرچہ آپ نے احادیث مبارکہ کے علاوہ دیگر علوم کی کتابیں بھی پڑھائی ہیں؛ لیکن احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، جن طلبا نے آپ سے دروسِ حدیث پڑھے ہیں اور بعد میں دیگر علما سے بھی پڑھا ہے، انہوں نے

کافی فرق محسوس کیا ہے؛ چناں چہ آپ کے ایک تلمیذ رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ آف بٹگرام، مانسہرہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اے سی واہ کینٹ) نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جس وقت ہم شیخ الحدیث صاحبؒ سے ''جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک'' میں بخاری شریف پڑھ رہے تھے تو ہمیں فرماتے تھے کہ بخاری شریف کی ''کتاب التفسیر'' خصوصی طور پر مجھ سے خوب توجہ سے پڑھو ورنہ پھر کہیں بھی ایسا نہیں پڑھ سکو گے! مولانا صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت رحمہ اللہ کی یہ بات بالکل درست تھی، کیوں کہ ان سے پڑھنے کے بعد ہم نے ''کتاب التفسیر'' لاہور میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ سے بھی پڑھی اور اُسی طرح پھر ملتان میں بھی پڑھنے کا موقع ملا؛ مگر یقینی بات یہ ہے کہ پھر اسی طرح پڑھنا نصیب نہ ہوا۔

حضرت مولانا صبیح الدین صاحب رحمہ اللہ (صاحب حق صاحب آف رجڑ چارسدہ) نے شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی قبر پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت الشیخ رحمہ اللہ کی بیمار پرسی کے لیے گیا تھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے بھی کوئی حدیث شریف مروی ہے؟ فرمایا کہ ہاں! ان سے بھی ایک حدیث مروی ہوئی ہے؛ حالاں کہ مجھے کافی تتبع کے بعد بھی یہ بات معلوم نہیں ہوئی تھی۔(۱)

(۱) حضرت ماریہ قبطیہؓ سے بالیقین تو ایک ہی روایت مروی ہے؛ البتہ دوسری ایک روایت بھی اُن کی طرف منسوب کی گئی ہے۔(دیکھئے اسد الغابہ: ۳۱۱/۳)



**مقبولیت تدریس:**

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس میں بہت مقبولیت عطا فرمائی تھی، خاص طور پر احادیث نبویہ –علی صاحبها ألف ألف سلام وتحية– میں آپ کو بہت مہارت اور مقبولیت ملی تھی؛ چناں چہ آپ کے اکثر تلامذہ سے بارہا یہ سنا گیا ہے کہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ ''بخاری شریف'' کو تو اس طرح پڑھاتے تھے کہ گویا پوری کتاب آپ کو از بر ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہما اللہ طلبائے درس نظامی کو شیخ الحدیث صاحب سے دورۂ حدیث پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں ''مدرسہ رحمانیہ'' روڑکی ضلع سہارن پور کے شعبۂ نشر و اشاعت نے اس مدرسہ کے بانی حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کی سوانح پر ایک کتاب بنام ''انوارِ خلیل'' مرتبہ حضرت مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی (فاضل دیوبند) شائع کی ہے، اس کتاب میں مدرسہ کے اساتذۂ کرام کے تذکرہ کے سلسلے میں صفحہ ۱۲۱ر پر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوری'' مولانا محمد عزیر گل صاحب کے زمانہ ہی میں مولانا عبدالرؤف صاحب کا تقرر ۲۸ر ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ بحیثیت نائب مدرس عمل میں آیا۔ جب مولانا محمد عزیر گل صاحب صدارتِ تدریس سے مستعفی ہوگئے تو مولانا عبدالرؤف صاحب بہ حیثیت صدر مدرس مدرسہ کی خدمت انجام

دیتے رہے، آپ کا زمانہ بہت پرآشوب اور نہایت قیامت خیز تھا۔ تقسیم ملک کی حشر سامانیوں سے مسلمانوں کا خوفزدہ ہونا ایک فطری امر تھا۔ اُس وقت ہر شخص ترکِ وطن کے بارے میں سوچ رہا تھا؛ مگر حضرت موصوف ہی کی ذاتِ گرامی تھی کہ آپ نے لوگوں کو تسلی دی اور محلّہ محلّہ، گاؤں گاؤں دورہ فرما کر مسلمانوں کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ترکِ وطن کے ارادہ سے باز رکھا۔ آپ کے زمانہ میں تعلیمی معیار بھی نہایت بلند رہا اور اُس دورِ افراتفری میں بھی آپ مافوق العادت دس سے زائد کتابوں کا درس دیتے رہے؛ مگر ۱۹۴۷ء کے فسادات سے مدرسہ کچھ اس طرح متاثر ہوا کہ طلبا کی تعداد بتدریج کم ہوتی چلی گئی اور آخر کار مولانا موصوف اپنی بعض مجبوریوں کے باعث ''مدرسہ رحمانیہ'' سے مستعفی ہوکر مدرسہ 'جامعہ اسلامیہ ڈابھیل' چلے گئے''(۱)۔

''جامعہ رحمانیہ'' میں آپ کی تدریس کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہوجاتا ہے کہ جب آپ وہاں سے چلے گئے تو ایک سال تک یہ خلا پُر نہ ہوسکا؛ چناں چہ مذکورۂ بالا کتاب ''انوارِ خلیل'' کے صفحہ ۱۲۲؍ پر لکھا ہے کہ ''مدرسہ رحمانیہ'' سے مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوری کے تشریف لے جانے کے بعد تقریباً ایک سال تک مَسندِ صدارت خالی رہی، آخر کار اراکین مدرسہ کی جانب سے سرپرستانِ مدرسہ حضرت شیخ الاسلام سیّد حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ اور شیخ الادب مولانا اعزاز علی

(۱) ''جامعہ ڈابھیل'' میں مولانا عبدالرؤف صاحب کے تقرر میں حضرت بنوریؒ کے مشورے کو بھی دخل تھا، جیسا کہ ''نقوشِ بسم اللہ'' ج ۲/ص ۹۴ میں مذکور مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے؛ نیز ''نقوشِ بسم اللہ'' ج ۱/ص ۱۸۱ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہؒ نے حضرت مدنیؒ سے آپ کی خدمات حاصل کرنا چاہا تھا، جس پر حضرت مدنیؒ کے مشورے سے روڑکی سے مستعفی ہوکر ''جامعہ ڈابھیل'' کے لیے آپ کی تشریف آوری ہوئی۔



صاحب کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی کہ مدرسہ کے لیے مناسب اور قابلِ اعتماد عالمِ دین کا انتخاب فرمایا جائے''۔

چناں چہ مدرسہ والوں نے اپنی کمیٹی کی میٹنگ بلائی، اس میں جو باتیں سامنے آئیں وہ اُن کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

آج بتاریخ ۱۲؍جون ۱۹۵۰ء بروز دوشنبہ بوقت صبح ۶ بجے ایک جلسہ انجمن اوقاف کمیٹی روڑکی بصدارت جناب مفتی شفیق احمد صاحب منعقد ہوا اور حسبِ ذیل حضرات تشریف لائے: مفتی شفیق احمد صاحب، بشیر احمد صاحب انصاری، مفتی عبداللطیف خان صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، ٹھیکیدار محمد اسحاق صاحب، قاری رشید احمد صاحب، محمد اسحاق خان صاحب فوٹوگرافر۔

**مشورہ برائے تقرر صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ:**

چوں کہ مولانا عبدالرؤف صاحب کے چلے جانے کے بعد سے آج تک ۔جس کو عرصہ تقریباً ایک سال کا ہوگیا ہے۔ نظام تعلیم عربی بالکل معطل پڑا ہے؛ حالاں کہ کافی کوشش کی گئی مگر پیچیدگیوں کے باعث اب تک کوئی انتظام نہ ہوسکا، جس کی وجہ سے مدرسہ رحمانیہ وروڑکی کو و نیز کل تحصیل روڑکی کو جو نقصان و تکلیف پہنچی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ اب کمیٹی اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ضروری سمجھتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو انتظام صدر مدرس جلد از جلد ہونا ضروری ہے۔ چوں کہ مدرسہ تابعِ مدرسہ ''دارالعلوم دیوبند'' کے ہے اور حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کے زیرسرپرستی ہے؛ اس لیے کمیٹی باتفاق رائے یہ طے کرتی ہے، کہ انتظام صدر مدرس

حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کے سپرد کرکے التجا کرتی ہے کہ مدرسہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اول جس صورت سے بھی ممکن ہو حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب سابق صدر مدرس ''مدرسہ رحمانیہ'' روڑکی کے لیے منظوری فرماویں، بصورت دیگر جن کو بھی منظور فرماکر یہاں کے لیے مقرر فرماویں کمیٹی ان کو بسروچشم قبول کرے گی۔

اس تحریر کے اخیر میں مذکورہ بالا اشخاص کے دستخط ہوئے ہیں، اور سب سے اخیر میں مولانا عبداللطیف صاحب کے دستخط اس طرف ثبت ہیں:

عبداللطیف خان بقلم خود

## آپ کا اندازِ درس:

شیخ الحدیث صاحب کے شاگردِ رشید حضرت مولانا فیض اللہ صاحب مدظلہ (حال اُرشکئ مردان) فرماتے ہیں کہ ہم نے شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ''دارالعلوم عربیہ ٹل'' میں ۸۹،۱۳۸۸ھ/ ۶۹،۱۹۶۸ء میں دورۂ حدیث پڑھا تھا، جس سال حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تھا، اس سے پہلے ہر سال دورۂ حدیث میں زیادہ سے زیادہ پانچ چھ طلبا ہوتے تھے، آپ کے آنے سے الحمدللہ! پہلے سال ہی طلبا کی تعداد پینتالیس ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جلال، جمال اور کمال کی صفات سے نوازا تھا، آپ ایک اعلیٰ درجہ کے مفسر، محدث اور اعلم بالمذاہب الاربعہ تھے، اور پھر مذہب حنفی کو تو بہت ہی زبردست پیرائے میں بیان فرماکر اس کو فوقیت دیتے تھے۔ اپنے اکابر و اسلاف کے طرز و ادا کو لازم پکڑا تھا، آپ بہترین مجوّد اور خوش آواز قاری بھی تھے۔



۱۳؍جون ۱۹۹۲ء کو فرمایا کہ دورانِ تدریس ''جامعہ رحمانیہ روڑکی'' حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ہمراہ صدرالمدرسین حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمہ اللہ بھی آئے ہوئے تھے، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے میری زیرِ تدریس کتابیں مدرسہ کے نقشہ میں دیکھ کر ان سے مزاح کے طور پر فرمایا کہ یہ دیکھو تم تین چار کتابیں نہیں پڑھا سکتے اور یہ (عبدالرؤف) دس کتابیں پڑھا رہا ہے۔

## مسلکِ حنفیت اور دیوبندیت میں پختگی:

آپ مسلک حنفی میں اتنے پختہ تھے کہ ''دارالعلوم دیوبند'' سے فراغت کے بعد ہندوستان کے چند مدارس میں تدریس فرمائی، اور اس کے بعد پاکستان آئے تو یہاں کے علمائے کرام میں ان کے بارے میں یہ بات مشہور ہوئی کہ ہندوستان سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بیٹے آئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو احادیثِ مبارکہ اور فقۂ حنفی دونوں پر یکساں عبور عطا فرمایا تھا، کسی مجلس میں بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کسی سے کچھ نازیبا الفاظ سن لیتے تو اسی وقت کھڑے ہوکر ناقدینِ امام اعظم رحمہ اللہ کی گوشمالی فرماتے، اور ٹھوس دلائل کے ساتھ مخالفین کا ناطقہ ایسا بند کر دیتے کہ ان میں پھر جواب دینے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

اس بارے میں کوئی بھی آپ کے ساتھ بحث نہیں کرسکتا تھا؛ چناں چہ آپ کے شاگردِ رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا روح الامین صاحب کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ ''دارالعلوم نعمانیہ'' اُتمانزئی، چارسدہ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے کسی جلسے میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی موجودگی میں تقریر کی، جس میں حنفیت کے نام پر غلط

مسلک پیش کیا، تو ان کی تقریر کے فوراً بعد شیخ الحدیث صاحب کھڑے ہو گئے اور مضبوط دلائل سے ان کی باتوں کے جوابات دیئے، اور فرمایا کہ ’’تم نجدیت و وہابیت کی نشو ونما کر رہے ہو؛ چناں چہ بہت مدت سے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں یہ بیماری ہے کہ اصلی دیوبندیت سے انحراف کر رہے ہو اور حنفیت و دیوبندیت کے لبادے میں وہابیت کے باطل نظریات کا پرچار کر رہے ہو؛ مگر تمہارا یہ طریقہ یہاں نہیں چلے گا‘‘۔

فرماتے تھے کہ غیر مقلد لوگ احناف کے اس مقولے پر اعتراض کرتے ہیں کہ ’’الهداية كالقرآن‘‘ حالاں کہ یہ ان غیروں کا جہل ہے کیوں کہ تشبیہ میں ما بہ الاشتراک مشابہت کافی ہوتی ہے، جیسے ’’زيد كالأسد‘‘ وغیرہ۔

آپ عقائد و نظریات میں اپنے اکابرِ دیوبند کے سخت پیرو تھے؛ چناں چہ علمائے دیوبند کے عقائد و نظریات پر مبنی متفقہ دستاویز جو ’’المهند على المفند‘‘ یعنی ’’عقائدِ علمائے اہلِ سنت دیوبند‘‘ کے نام سے مشہور و معروف ہے- کو اصلی دیوبندیت سمجھتے تھے اور جعلی اور برائے نام دیوبندیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

راقم الحروف نے ’’المهند على المفند‘‘ کا نسخہ اس غرض سے آپ کے سامنے رکھ دیا کہ حضرت بھی اس دستاویز پر اپنا دستخط ثبت فرمائیں، تو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے اس پر ان الفاظ میں تقریظ لکھی:

بسم الله الرحمٰن الرحيم

حامدا و مصليا ومسلما. أما بعد! المذكور في ذلك التصنيف صحيح، وعقائد علماء ديوبند كلها فيه محفوظة، فلله در



من سعى وأصابوا من أجابوا لدفع شبهات المشبهين ولدمغ الزائغين.

**عبدالرؤف عفا الله عنه**

**(مہر) عبد الرؤف عفا الله عنه الترناوي**

**شيخ الحديث وصدر المدرسين**

## ردِّ فرقِ باطلہ

**قادیانیت:**

آپ باطل فرقوں کے لیے ننگی تلوار تھے اور کسی شر پسند کے شر کو برداشت نہ کرتے تھے، جہاں بھی کوئی غیر مذہب والا شرارت کرتا، آپ اُس کو بے نقاب کرتے تھے۔

شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ’’دارالعلوم دیوبند‘‘ سے (۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۵ء میں) فراغت کے بعد اپنے گاؤں ’’ترناب‘‘ آیا تو یہاں پر عبدالحنان خان اخوندزادہ قادیانی نے آکر کہا کہ آپ ہماری جماعت احمدیہ (قادیانی مرتد جماعت) میں شامل ہو جائیں تو ہم آپ کے لیے اپنی جماعت کی طرف سے تنخواہ مقرر کر دیں گے اور آپ کی خوب خدمت کریں گے۔ اِس کے آئندہ جمعہ کو میں نے جمعہ کی تقریر میں قادیانیت کی خباثت کھول کر جب بیان کرنا شروع کیا تو یہ قادیانی خان تقریر کے دوران مسجد سے اٹھ کر بھاگ نکلا۔ میں نے خطبۂ جمعہ میں تمام لوگوں کو مرزائیت کے زہر سے آگاہ کیا۔

## منکرینِ حدیث:

غلام احمد پرویز کے انکارِ حدیث کے رد میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکیؒ نے ''فتنۂ انکارِ حدیث'' لکھی ہے جس میں تمام علمائے اہلِ سنت کے متفقہ فیصلے اور آراء کو بھی جمع کیا گیا ہے، وہاں سے منکرین حدیث کے سلسلے میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی رائے عالی کو نیچے نقل کیا جارہا ہے۔

**الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ. أمابعد!**
**فقد طالعت جُل تاليفات المومى إليه، وجدته مجنونا أفظع الجنون قبل أن يكون مارقا من الدين؛ لأنه حرّف نصوص الشرعية القطعية وجحد و أوّلَ ضروريات الدين، صرح الكفر البواح كما قيل:**

**و أين عن كفر ينوع بعصبة ☆ يبوءُ بالأغلال و الأصفاد**

**وأنا عبده العاصي عبدالرؤف الترنانوي**
**شيخ الحديث دارالعلوم چارسده** (۱)

(فتنۂ انکارِ حدیث: ص۹۷ (جدید ایڈیشن)، از شیخ الحدیث ومفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی، دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

## ردّ شیعیت:

خطبۂ جمعہ میں شیعہ گمراہ فرقے اور خصوصاً اُن کے مقتداؤں (خمینی وغیرہ) کا خوب آپریشن کرتے تھے؛ چناں چہ اس بارے میں اُن کی جمعہ کی ایک ریکارڈ تقریر کیسٹ میں بھی موجود ہے۔

---

(۱) اصل کاپی میں یہاں بیاض موجود ہے، مرتب کی طرف سے اس کی تکمیل کی جارہی ہے۔



## ردّ غیر مقلدیت:

۱۱/ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ ۱۹ اپریل ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ میں جس زمانہ میں تھا وہاں عبدالجبار نامی ایک سلفی بدعتی (غیر مقلد) تھا، وہ کہتا تھا کہ میں کلمۂ طیبہ (**لاإله إلا الله محمد رسول الله**) کو نہیں مانتا اس لیے کہ اس میں ''واؤ'' کا حرف نہیں ہے، تو میں نے اُسے کہا کہ پھر تو اذان سے بھی انکار کرو اس لیے کہ وہاں بھی شہادتین کے درمیان میں ''واؤ'' موجود نہیں........!

اس بدعتی کو چاہیے تھا کہ مختصر اور مطول کو چھوڑ و، کم از کم تلخیص کا تو مطالعہ کرلیتا؛ تاکہ وصل اور فصل کے قواعد تو معلوم ہوجاتے۔

## نوابِ صدیق حسن خان بھوپالی کا تذکرہ:

۱۶/اکتوبر ۱۹۹۶ء کو شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان مُجَسِّمَہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

پھر اس بات کی دلیل میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ کہیں سفر پر گیا تھا، وہاں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ایک مرید کے پاس ہم ٹھہرے جو ''فقیر صاحب'' کے نام سے مشہور تھے، حضرت مدنیؒ نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ ایک پٹھان مولوی صاحب ہیں'' تو فقیر صاحب نے کہا کہ پٹھان تو صرف ایک ہی مولوی تھے ان کا نام مولوی عبدالکریم تھا، وہ بڑے زبردست پٹھان تھے؛ کیوں کہ ایک مرتبہ نواب صدّیق حسن خان نے اعلان کیا تھا کہ میں آئندہ رات جلسے میں اسٹیج پر عملی مظاہرہ کر کے تمہیں ''مسئلۂ

استواء علی العرش''، سمجھاؤں گا، گویا جلسے میں اسٹیج پر لوگوں کے سامنے چڑھ کر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح عرش پر استواء کیا ہے جس طرح میں اسٹیج پر چڑھ آیا **العیاذ باللّٰہ!** چناں چہ وہ مولوی عبدالکریم پٹھان نواب صاحب کے گھر گئے، اور ان کی اہلیہ کو بتایا کہ نواب صاحب نے اس طرح کا اعلان کیا ہے، مگر یاد رکھو اگر اس نے رات کو اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ گستاخی کر کے دکھائی تو اسٹیج سے زندہ بچ کر گھر نہیں آئے گا؛ لہٰذا اس کو خوب سمجھاؤ! اس کے بعد نواب صاحب گھر آئے ہوں گے اور اہلیہ نے کہا ہوگا کہ یہ کیا بے وقوفی کی بات کرتے ہو! پھر ہوا یوں کہ جلسہ تو اپنے وقت پر ہوا؛ لیکن اس جلسے میں نواب صاحب تشریف بھی نہ لا سکے۔

اور پھر قدرتی اس واقعہ کے بعد میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گئے اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہلیہ صاحبہ نے نواب صاحب سے طلاق حاصل کر کے جان بھی چھڑا لی۔

## مولانا ثناء اللہ امرتسری رئیس غیر مقلدین:

فرمایا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو میں نے دیکھا تھا، وہ تھے تو غیر مقلد، لیکن ''جمعیۃ العلما'' کے جلسوں میں برابر شرکت کرتے تھے۔ انہوں نے اگرچہ دورۂ حدیث شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ سے پڑھا تھا؛ مگر حضرت شیخ الہندؒ نے ان کو ''دارالعلوم'' سے فراغت کی سند نہیں دی تھی، اور فرمایا تھا کہ تم غیر مقلد ہو اور ہم غیر مقلد کو سند نہیں دیتے؛ چوں کہ مولانا امرتسری حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سے بہت ہی محبت کرتے تھے اس لیے بعد میں قاری صاحب نے ان کو سند فراغت دی تھی۔



## سیاسی مسلک:

آپ ہمیشہ ''جمعیۃ العلما'' سے منسلک رہے، پاکستان میں بھی ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کے جلسوں اور پروگراموں میں شرکت فرماتے اور ہندوستان میں بھی آپ نے اسی پلیٹ فارم سے دین اور مخلوقِ خدا کی خدمت کی ہے، اور وہاں پر آپ باقاعدہ ذمہ داری کے ساتھ اس جماعت کے عہدہ دار بھی رہے ہیں؛ چناں چہ جس زمانے میں آپ ''جامعہ رحمانیہ روڑکی'' میں صدر مدرس تھے ان ایام میں آپ وہاں پر ''جمعیۃ علمائے ہند'' کے صدر تھے؛ چناں چہ اس سلسلے میں جمعیۃ العلما حلقہ روڑکی جانب سے جاری شدہ ایک تصدیق نامہ پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

**از دفتر جمعیۃ العلما حلقہ روڑکی ضلع سہارن پور:**

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ جناب مولانا عبدالرؤف صاحب بسلسلۂ ملازمت مدرسہ رحمانیہ روڑکی ۲۷ نومبر ۱۹۴۳ء کو تشریف لائے اور ۱۲ اگست ۱۹۴۹ء کو ملازمت سے مستعفی ہو کر روڑکی سے تشریف لے گئے۔ آپ اس مدت کے اندر ہمیشہ جمعیۃ العلما و کانگریس کے سرگرم رکن رہے ہیں۔ آپ ۶ مئی ۱۹۴۶ء سے ''جمعیۃ العلما رُوڑکی'' کے مستقل صدر مقرر ہوئے اور تاوقتِ قیامِ روڑکی مسلسل صدارت کا کام؛ نیز کانگریس کے ذمہ دار رکن ہونے کی حیثیت سے تحصیل روڑکی پبلک کی غیر فرقہ وارانہ خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ فقط

بشیر احمد انصاری میونسپل کمشنر/صدر جمعیۃ العلما حلقہ روڑکی ضلع سہارن پور

عبداللطیف خان بقلم خود

سکریڑی جمعیۃ العلما حلقہ روڑکی ضلع سہارن پور، ۱۷ جون ۱۹۵۰ء

## رکنیت مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ:

شیخ الحدیث رحمہ اللہ ''وفاق المدارس العربیہ'' کی طرف سے اکثر امتحانات کی نگرانی پر مامور ہوتے تھے۔

۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء میں صدرِ وفاق المدارس حضرت مولانا سید محمد یوسف بَنوری رحمہ اللہ نے ''وفاق المدارس'' کے پرنٹیڈ پیڈ پر آپ کے پاس مکتوب بھیج کر آپ کو مطلع فرمایا کہ آپ کو وفاق کی مجلسِ عاملہ کا رکن بنایا جاتا ہے۔ مذکورہ مکتوب کا متن مندرجۂ ذیل ہے:

تاریخ ۲۹ رصفر ۱۳۸۷ھ مطابق ۸ رجون ۱۹۶۷ء

بخدمت گرامی جناب محترم حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب

**وفقکم اللہ لکل خیر وسعادۃ**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وفاق المدارس کے شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ملتان بتاریخ ۲ شعبان ۸۶ھ میں صدارتِ وفاق کا ناقابلِ برداشت بوجھ میرے ضعیف کاندھوں پر ڈالا گیا تھا اور بدلِ ناخواستہ دینی وعلمی مصلحت کے پیشِ نظر طبیعت کو قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا، اتفاقاً حرمین اور شمالی افریقہ کے سفر میں مجھے بہت عرصہ باہر رہنا پڑا؛ اس لیے جلد عاملہ کا اجلاس نہ ہوسکا۔ اب مجلس عاملہ کے سلسلہ میں آپ کا نام نامی ''وفاق المدارس'' کی عاملہ کے لیے منتخب کرکے آپ کی خدمت میں اطلاع دیتا ہوں، براہِ کرام شرف قبولیت عطا فرما کر جلد مطلع فرمائیں؛ تاکہ وفاق کے عاملہ کا اجلاس جون کی آخری



تاریخوں میں بلایا جاسکے۔ والسلام

(مولانا) محمد یوسف بنوری/صدر وفاق المدارس العربیہ

اُس زمانہ میں ''وفاق المدارس'' کے نائب صدر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تھے۔ مجلسِ عاملہ کے دوسرے ارکان حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ (بانی ومہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان)، حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد اسرائیل صاحب رحمہ اللہ (بانی ومہتمم دارالعلوم نعمانیہ اُتمانزئی چارسدہ)، حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہٗ (مہتمم جامعہ نجم المدارس کلاچی ڈی آئی خان)، حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب رحمہ اللہ (امیر جمعیۃ علمائے اسلام صوبۂ سرحد)، حضرت العلامہ مولانا سید شمس الحق افغانی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی جالندھری صاحب رحمہ اللہ (صدر مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ملتان) حضرات تھے۔

**رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً!**

چوتھا باب:

# بیعت وسلوک وسفرِ حج

## بیعت وسلوک:

آپ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے سلاسلِ اربعہ میں بیعت تھے، فراغت کے کچھ عرصہ بعد وطن واپس آئے، پھر دیوبند چلے گئے؛ کیوں کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بیعت ہونے کا ارادہ تھا، اُس وقت حضرت مدنی رحمہ اللہ حج سے تشریف لائے تھے تو شیخ الحدیث صاحب سے پوچھا کہ ''دورۂ حدیث شریف تو تم نے پڑھ لیا ہے، شادی بھی کی ہے یا نہیں؟'' شیخ الحدیث صاحب نے عرض کیا کہ ابھی شادی نہیں کی ہے؛ چناں چہ اسی وقت (۱۹۳۶ء) میں بیعت فی السلسلہ فرمایا اور تسبیحاتِ ستہ ارشاد فرمائیں، اور یہ فرمایا کہ جب شادی ہو جائے گی تو بیعت فی السلوک کر دیا جائے گا۔ شادی کے بعد سلاسلِ اربعہ میں بیعت فرما کر بارہ تسبیحات کی تلقین فرمائی اور مراقبہ کی تعلیم دی۔

اِسی سلسلے میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ایک خط کے جواب میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے آپ کو ایک مکتوب بھیجا تھا جو کہ ''مکتوباتِ شیخ الاسلام'' میں شائع ہو چکا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

مکتوب نمبر ۱۴۵

مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوری امام جامع مسجد منصور پور ضلع مظفر نگر کے نام



محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف! مراقبہ ''وفي أنفسكم أفلا تبصرون'' یعنی مسمّٰی ذات مقدسہ بلا کیف وکم کما یلیق بشانہ مع غایۃ التعظیم والجلال قلب میں موجود ہے اس میں جس درجہ ممکن ہو جد و جہد رکھیے، ذکر اسم کو بھی اسی کا وسیلہ کیجیے۔

ہر آں کو غافل از وے یک زبان است
ہماں دم کافر است امّا نہان است
مبادا غائبی پیوستہ باشد
درِ اسلام بروے بستہ باشد

مراقبہ میں لذت محسوس ہونا بہت امید افزا ہے۔ اللّٰھم زد فزد! مگر مقصدِ اصلی وہی ذاتِ ''فاطر السموٰت والأرض'' اور اس کی رضا ہونی چاہیے اور بس، نہ لذت اور نہ کوئی مرتبۂ ولایت قطبیّت وغوثیت وغیرہ

دنیا وآخرت را بگذار حق طلب کن
کہ ایں ہر دو لولیاں را من خوب می شناسم

والدہ صاحبہ کو صبح وشام تسبیحات ستّہ بتلا دیجیے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

(مکتوباتِ شیخ الاسلام: جلد اوّل/ص ۳۹۹، مطبوعۂ اعظم گڑھ انڈیا)

## معمولات ووظائف:

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی طرف سے وظائف ومعمولات کے پڑھنے کی تلقین اور باقاعدہ اجازت ہوئی تھی؛ چناں چہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ''دلائل الخیرات'' کے ایک نسخہ پر لکھا ہے:

**أجازني سيّدي وسندي، ومعاذي وملاذي في يومي وغدي، الشيخ حسين أحمد المدني الديوبندي قدس الله سرّه العزيز، في الثالث عشر من شهر رجب سنة خمس وسبعين بعد ألف وثلاث مأة من الهجرة النبوية. ۱۲ عبدالرؤف، الحمد لله على ذالک!**

اسی طرح قصیدۂ بردہ کے ایک نسخہ پر بھی لکھا ہے۔

دیگر وظائف کے علاوہ تسبیحاتِ ستہ کا بھی اہتمام فرماتے تھے، جو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی تلقین کردہ ہیں اور بعد نماز فجر وبعد نماز مغرب پڑھی جاتی ہیں، وہ تسبیحات یہ ہیں:

**سُبْحَانَ اللّٰه** سوبار، **اَلْحَمْدُ لِلّٰه** سوبار، **لَاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰه** سوبار، **اَللّٰهُ أَكْبَر** سوبار، **أَسْتَغْفِرُ اللّٰـهَ الَّذِيْ لَاإِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ** سوبار،اور **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِه وَصَحْبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى** سوبار۔

(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام: حصہ اوّل/۴۰۸)



آپ حضرت اقدس مدنی رحمہ اللہ کا تلقین کردہ اور اُن کا پسندیدہ درود شریف صبح وشام پابندی سے پڑھتے تھے، آپ کے پڑھنے کا انداز بھی بہت عجیب تھا؛ چناں چہ بتاریخ ۱۳؍جولائی ۲۰۰۱ء بروز جمعہ مبارکہ راقم الحروف حضرت کی ملاقات کے لیے پشاور گیا۔ آپ کے داماد صاحب کے گھر واقع کاکشال پشاور والی گلی میں جوں ہی داخل ہوا تو دور سے مجھے بہت سُریلی آواز سنائی دے رہی تھی اور وہ دل کو بہت ہی پیاری لگ رہی تھی، جوں جوں میں گھر کے قریب ہوتا گیا آواز اور بھی تیز سنائی دیتی گئی، دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے قریب ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ تو حضرت الشیخ کی آواز ہے، اور آپ حضرت مدنی رحمہ اللہ کا پسندیدہ اور تعلیم فرمودہ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اندر گیا تو آپ ایک بڑے اور اونچے تکیہ (متکا) پر بیٹھے اور پاؤں لٹکائے ہوئے، ہاتھوں میں تسبیح لیے ہوئے اپنا وظیفہ پڑھنے میں مگن تھے۔ پڑھنے کا انداز یہ تھا کہ **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ** تک تو بلند اور خوش کن آواز سے پڑھتے، اور پھر **كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى** تک بالکل خاموش آواز سے پڑھتے۔ اللہ اللہ! آج تک ان کے پڑھنے کی وہ ادا اور سریلی آواز گویا کانوں میں گونج رہی ہے۔

## سلوک کی تکمیل:

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مقاماتِ سلوک کی تکمیل کے لیے شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی - خانیوال کے حضرت صاحب - رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بروز جمعہ مبارکہ ۶؍ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ کو بیعت ہوئے۔

سلسلۂ مبارکہ میں حضرت صدیقی رحمہ اللہ نے اپنے مبارک ہاتھ سے لکھا ہے: حضرت العلامہ شیخ الحدیث العالم باعمل مولانا عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم کو داخلِ طریقۂ عالیۂ ہذا میں بروز جمعہ مبارک مؤرخہ چھ، وقت بعد از نماز جمعہ مبارکہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ کیا۔ اللہ رب الجلال مجھ عاجز وصاحبِ موصوف واہلِ اسلام کو صراطِ مستقیم عطا فرما کر اپنی رضا ولقائے ابدی سے شرف بخشے۔(۱)

محمد عبدالمالک صدیقی النقشبندی مجددی، القادری الچشتی سہروردی عفی عنہ

منازلِ سلوک طے کر کے بروز شنبہ ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ آپ کو بمقام مردان خلعتِ خلافت عطا کی گئی۔

## حج بیت اللہ شریف:

آپ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ اُس وقت ہم بحری جہاز کے ذریعے گئے تھے، اب یہ تمنا ہے کہ ہوائی جہاز سے بھی حج کے لیے چلا جاؤں؛ مگر قسمت نے اس تمنا کے پورا ہونے میں ساتھ نہ دیا، اس لیے کہ "**وکم حسرات في صدور المقابر**"۔

حج پر جانے کے لیے کراچی حضرت مولانا سید محمد یوسف بَنوریؒ کے پاس تشریف لے گئے، آپ بنوری ٹاؤن میں چند دن رُکے رہے؛ مگر کاغذات منظور نہیں

(۱) مرشد کی طرف سے آپ کی شان میں تحریر کردہ اِن الفاظ سے مرشد کی نگاہ میں آپ کے علو مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔



ہوئے، ان دنوں میں حضرت بنوری رحمہ اللہ اپنی جگہ آپ سے درسِ بخاری بھی کراتے رہے، پھر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے بحری جہاز میں تاجروں کے ساتھ آپ کو بھیج دیا۔

حج پر جانے سے پہلے اپنے قابلِ فخر تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا روح الامین صاحب رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ ''رسائل ابن عابدین'' میں سے حج کی دعاؤں پر مشتمل رسالہ ''**بغیة الناسک في أدعیة المناسک**'' میرے لیے اپنے قلم سے نقل کردو؛ چناں چہ مولانا صاحب مذکور نے پورا رسالہ لکھ کر نقل کردیا تھا اور اُس کے آخر میں لکھا ہے:

**قد وقع الفراغ من هذا التسوید بحمد الله یوم الخمیس التاسع والعشرین من شهر رمضان المبارک ۱۳۹۱هـ المطابق ۱۸ نومبر ۱۹۷۱ء. روح الأمین غفرلهٔ**

پانچواں باب:

# وفات حسرت آیات

حضرت رحمہ اللہ کسی بڑی بیماری میں مبتلا نہیں تھے، الحمدللہ! آخر عمر تک قُویٰ کام کرتے تھے، حافظہ کافی حد تک کام کرتا تھا، بدن کی تازگی آخر تک برقرار تھی، خوش آوازی آخر عمر تک قابلِ رشک تھی؛ البتہ ضعف اور پیری کی وجہ سے آنکھوں میں پانی اُتر آتا تھا اور چھوٹے پیشاب کے بار بار آنے کی تکلیف ہوتی تھی۔

وفات سے چند دن پہلے بے ہوشی آتی تھی، جب ہوش میں آتے تو ''اللہ اللہ'' کا ذکر زبان پر جاری ہوتا تھا۔ کبھی کبھی جب غشی کی کیفیت ختم ہوتی تو گھر والوں سے فرماتے کہ ''مجھے بٹھادو، وہ دیکھو طلبا سبق پڑھنے آئے ہیں''۔ کبھی فرماتے کہ ''یہ کون سی جگہ ہے'' گھر والے بتاتے کہ یہ اپنا گھر ہے۔ فرماتے کہ یہ تو ''دارالعلوم دیوبند'' ہے۔

آخر کار اکابر علمائے دیوبند کی یہ تاریخی نشانی ۶ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۲ نومبر ۲۰۰۲ء بروز منگل سہ پہر تین بجے تقریباً ستانوے (۹۷) سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر ہم سے رخصت ہو کر راہِ عدم کی طرف چل پڑی۔ **إنا للہ وإنا إلیہ راجعون** ![1]

(۱) آپ کی سنین ولادت ووفات کو ملانے سے اسلامی اعتبار سے آپ کی عمر تقریباً ۹۴ سال بنتی ہے نہ کہ ۹۷ سال۔



## نمازِ جنازہ وتدفین:

آپ کی نمازِ جنازہ ۷ رمضان المبارک بروز بدھ دن ۱۱ بجے حضرت مولانا صبیح الدین صاحب فاضلِ دیوبند (المعروف بہ صاحبِ حق صاحب آف رجڑ چارسدہ) نے پڑھائی اور اپنے گاؤں ترناب کے مشہور قبرستان ''آدم غار بابا'' میں سپردِ خاک کیے گئے۔

آپ کے جنازہ میں عوام وخواص مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی، جن میں مندرجۂ ذیل علما وفضلا اور آپ کے تلامذہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں:

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ صاحب ایم این اے جے یو آئی چینہ ترناب والے جو گوجرانوالہ سے جنازہ کے لیے تشریف لائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مطلع الانوار صاحب دامت برکاتہم فاضلِ دیوبند کوٹ ترناب۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
مہتمم جامعہ علوم القرآن والسنہ نمک منڈی پشاور

شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا روح الامین صاحب دامت برکاتہم

استاذ القرا حضرت مولانا قاری فیاض الرحمٰن علوی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا گوہر شاہ صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محمد صادق صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا محمد مجاہد خان الحسینی صاحب دامت برکاتہم، فاضل دیوبند و خادمِ خاص حضرت مدنی رحمہ اللہ (آپ جنازہ کے بعد پہنچے)

## تعزیتی بیانات:

ایک تقریر جنازہ سے پہلے اور سات تقاریر جنازہ کے بعد ہوئیں۔

(۱) جنازہ سے پہلے تقریر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے ایک حجرے میں فرمائی، جنازہ کے بعد مندرجۂ ذیل علمائے کرام نے تقاریر فرمائیں:

(۲) غزالیٔ دوراں حضرت مولانا قاضی حمید اللہ صاحب مدظلہ۔

(۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مطلع الانوار صاحب مدظلہ (فاضل دیوبند) نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے مناقب اس مختصر وقت میں بیان نہیں ہو سکتے، آپ میرے چچا حضرت مولانا فضل مولی صاحب رحمہ اللہ (فاضل دیوبند) کے ہم درس تھے، ترناب سے میرے چچا کو ملنے ہمارے گاؤں پیادہ آتے تھے، پائنچے نصف ساق تک چڑھائے ہوتے تھے اور ہاتھ میں لاٹھی لیے ہوئے آتے تھے، اور وہاں درخت کے سایہ کے نیچے چارپائی پر دونوں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے تھے اور وہاں سے پھر ترناب واپس تشریف لے جاتے۔

میں ہندوستان میں فسادات (۱۹۴۷ء) کے دوران گھرا ہوا تھا، یہ میرے دورۂ حدیث کا سال تھا۔ ۲۷/رمضان بشب جمعہ پاکستان کے بننے کا اعلان ہوا، یہ چھٹیوں کا زمانہ تھا، راستے بھی فسادات کی وجہ سے بند ہو گئے تھے، منی آرڈر وغیرہ نہیں آسکتے تھے، شیخ الحدیث صاحب روڑ کی سے اپنی تنخواہ لا کر ہمیں دیتے تھے جس سے ہم



اپنی ضروریات پوری کرتے تھے، پھر ہم اپنے گھر خط بھیجتے تھے کہ اس کے بدل میں ترناب مولانا محمد شریف کے پاس رقم پہنچائیں۔ شیخ الحدیث صاحب نے اٹھارہ سال تک چارسدہ میں تدریس کی، آپ اور حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دونوں اکٹھے دورۂ حدیث پڑھاتے تھے، بہت اچھا زمانہ تھا، ان سے ہم نے اچھے اخلاق و عادات ''دارالعلوم اسلامیہ'' چارسدہ میں سیکھے ہیں۔

شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ ان دنوں روڑ کی میں تھے، وہاں سے حضرت مدنی رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے روڑ کی سے آتے تھے، ان کو اپنے شیوخ سے بے پناہ محبت تھی۔

(۴) شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب مہتمم ''جامعہ علوم القرآن والسنۃ'' نمک منڈی پشاور نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب شیخ الحدیث صاحب ''دارالقرا نمک منڈی'' میں ہوتے تھے تو مغرب کی نماز اکثر ہمارے جامعہ میں پڑھاتے تھے، اکثر مغرب کی نماز میں بہت خوب صورت آواز میں ''سورۃ التکاثر'' پڑھتے تھے۔

(۵) شیخ الحدیث مولانا گوہر شاہ صاحب مہتمم ''دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ'' نے فرمایا کہ شیخ الحدیث صاحب بہت زیادہ خوش آواز اور بہترین عالمِ دین تھے، آپ کے درسِ حدیث میں حنفیت کے بہت زیادہ دلائل ہوتے تھے۔ اسی طرح شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ بانی ''دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک'' کے درسِ حدیث میں بھی حنفیت کے بہت زیادہ دلائل ہوتے تھے۔ حکومت بنانے کے لیے بہترین نکتہ ''حنفیت'' ہے۔

(۶) شیخ الحدیث مولانا غلام محمد صادق صاحب دار العلوم اسلامیہ چارسدہ۔

(۷) تلمیذ شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا روح الامین صاحب چارسدہ نے فرمایا کہ ہم دس ساتھیوں نے ۱۹۵۶ء میں شیخ الحدیث صاحب سے دورۂ حدیث شریف پڑھ لیا تھا۔

(۸) صاحبِ حق صاحب آف رجڑ حضرت مولانا صبیح الدین (فاضل دیوبند) نے آیت "قل هل يستوي الذين يعلمو ن والذين لايعلمون" پڑھ کر فرمایا کہ علمائے دیوبند کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کا قافلہ جا رہا تھا، کچھ لوگ ان سے پیچھے رہ گئے۔

شیخ الحدیث صاحب بہت بڑے صاحبِ فضلیت اور صاحبِ علم وطریقت بزرگ تھے۔ علم کا اندازہ صرف علما کو ہوتا ہے، میں نے ایک مرتبہ شیخ الحدیث صاحب سے اُن کی بیماری کی حالت میں پوچھا کہ کیا حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے بھی کوئی حدیث مروی ہے؟ فرمایا کہ ہاں! ایک حدیث شریف اُن سے بھی منقول ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت صاحبِ حق صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تعزیت والے اشعار بیان کیئے۔(۱)

---

(۱) اس سے مراد وہ اشعار ہیں جو حضرت عباسؓ کی وفات پر ایک دیہاتی نے حضرت ابن عباسؓ کی تعزیت کرتے ہوئے فرمائے تھے، ان کو "تسلية أهل المصائب" ص ۱۰۱ سے نیچے نقل کیا جا رہا ہے۔

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَإِنَّمَا  صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ
خَيْرٌ مِنَ الْعَبَّاسِ أَجْرُكَ بَعْدَهُ  وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِنْكَ لِلْعَبَّاسِ



## بشارت:

جنازہ کے بعد آئندہ رات کو گاؤں کے ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ترناب کے قبرستان سے تمام سانپ بھاگ نکل رہے ہیں، یہ خواب حضرت مولانا قاضی حمید اللہ صاحب مدظلہٗ کو سنایا گیا، آپ خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف چلے گئے تو خواجۂ خواجگان حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کو یہ خواب بغرض تعبیر سنایا؛ مگر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی وفات کے بارے میں اُن کو نہیں بتایا۔ آپ نے تعبیر سنائی کہ "یہ تو اللہ تعالیٰ نے اس قبرستان سے عذاب کو دفع کیا اور تم معلوم کر لو وہاں کوئی بڑا اللہ والا شخص دفن ہوا ہوگا" تب قاضی صاحب نے بتایا کہ یہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ایک خصوصی شاگرد اور فاضلِ دیوبند عالمِ دین وہاں دفن ہو گئے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بس یہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی برکت سے قبرستان والوں سے عذاب کو دور کیا ہے اور فرمایا کہ جب حضرت شاہ عبدالقادرؒ دہلی کے قبرستان میں دفن ہوئے تو ایک بزرگ نے خواب دیکھا تھا کہ دہلی کے قبرستان سے تمام سانپ نکل کر بھاگ رہے تھے۔

چھٹا باب:

# اوصاف وعادات

## مہمان نوازی:

مہمان نوازی کی صفت اللہ تعالیٰ نے بہت خوب عطا فرمائی تھی اور ''مـــن کـان یـؤمـن بـاللّٰہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ'' پر بہت عمل کرتے تھے، شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہندوستان میں میرے کچھ مہمان آگئے اس وقت میرے پاس پیسے نہیں تھے جن سے میں ان کی کچھ مہمانی کرتا؛ مگر مہمانوں کی مہمانی تو ضروری تھی، میرے پاس صرف مشہور کتاب ''شافیہ ابن حاجب'' کا نسخہ تھا اسے اُس وقت کسی طالب علم کے ہاتھ فروخت کیا اور ان پیسوں سے مہمانوں کی کچھ خدمت کی؛ اگر چہ اس کتاب کو فروخت کرتے وقت بھی بہت شرم محسوس ہو رہی تھی اور دل میں صدمہ بھی ہو رہا تھا۔

## طول نماز وخوش آوازی:

آپ نماز بڑے خشوع وخضوع اور وقار سے پڑھتے تھے، اگر کسی کو آپ سے ملنا ہوتا اور اس وقت آپ نماز میں مشغول ہوتے تو ملنے والے کو کافی انتظار کرنا پڑتا تھا۔

خوش آوازی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ بھی اللہ نے آپ کو نصیب فرمائی تھی، آپ کی تلاوتِ قرآن اور عبارتِ حدیث سن کر سننے والے جھوم جاتے تھے۔

شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''جامعہ رحمانیہ روڑکی'' میں قیام کے دوران اکثر ہندو لوگ مسجد کے غسل خانوں میں نہانے آتے تھے تو ایک ہندو میری



آواز پر فریفتہ ہو گیا تھا، اور اکثر جہری نماز کے وقت آکر مسجد کے پاس کھڑا ہو کر میری قرأت شوق سے سنتا تھا، مگر افسوس! کہ مسلمان نہ ہوا۔ مذکورہ دونوں صفات عمر کے آخر تک برابر باقی رہیں۔

## فنِ قراءت میں مہارت:

آپ کی موجودگی میں بڑے بڑے مقتدر علما اور قرا نماز پڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ مبادا آپ کی موجودگی میں اُن سے کوئی غلطی ہو جائے اور پھر اُنہیں پچھتانا پڑے؛ کیوں کہ آپ خود بڑے قاری تھے، اور آپ غلط قرأت سن کر بہت غصہ ہوتے تھے۔

چناں چہ ایک مرتبہ جب آپ ایک معروف دینی مدرسہ میں شیخ الحدیث تھے، اس مدرسہ کے مہتمم صاحب - جو کہ زبردست قاری بھی تھے- نماز پڑھا رہے تھے، نماز سے فراغت پر شیخ الحدیث صاحب نے ان سے فرمایا کہ فلاں جگہ آپ نے تجوید کے قواعد کے خلاف پڑھا تو اس کے بعد مہتمم صاحب موصوف نے عرض کیا کہ جی! میں آپ کی موجودگی میں نماز نہیں پڑھا سکتا؛ بلکہ نماز آپ ہی پڑھائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں نماز آپ ہی پڑھائیں، بہر حال مہتمم صاحب نے آپ کو مجبور کیا کہ جہری نمازیں آپ ہی پڑھائیں۔ بعد میں جب آس پاس کے علما وخطبا کو معلوم ہوا تو وہ اپنی مساجد میں اپنے نائبوں کو چھوڑ کر خصوصاً فجر کی نماز آپ کے پیچھے پڑھنے کے لیے بڑے شوق اور عقیدت سے آتے اور آپ کی تلاوت قرآن سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب بھی میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے پاس ہوتا تھا اور نماز کا وقت آتا تھا تو مجھے نماز پڑھانے کا حکم فرماتے تھے- حالاں کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ کسی کو آگے نہیں فرماتے تھے بلکہ خود ہی آگے ہو کر نماز پڑھاتے تھے- اور جب کبھی چند طلبا کو کہیں بھیجتے تو ان کو تلقین فرماتے کہ نماز کا موقع آجائے تو مولوی عبدالرؤف نماز پڑھائیں گے۔

## اکابرین کی زیارت وملاقات:

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے دو تین مرتبہ ملاقات کی ہے، حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ سے کئی مرتبہ ملاقات کی ہے اور ان سے بعض مسائل پر بحث ومباحثہ بھی کیا ہے۔ محمد یوسف شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو بھی دیکھا تھا جو حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے(۱)۔ حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ کو بھی دیکھا تھا۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کو بھی دیکھا تھا جب وہ دارالافتا سے نکلتے تو اپنے جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے جارہے ہوتے تھے تو طلبا کہتے کہ دیکھو مفتی صاحب محلّہ کے غربا و مساکین کے لیے بازار سے سودا سُلَف لانے کے لیے روانہ ہوگئے۔

(مقدمۂ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱/ ۳۰، طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

---

(۱) یہاں تسامح واقع ہوا ہے، اس لئے کہ مولانا محمد یوسف صاحب کشمیری میر واعظ حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور مسترشد ہیں۔ یہاں اگر وہی مراد ہیں تو وہ حضرت کے بھائی نہیں تھے، اور اگر حضرت کے بھائی ہی مراد ہیں تو ممکن ہے اس سے مراد مولانا سیف اللہ شاہ صاحب ہوں جو ''دارالعلوم'' کے فاضل، مدرس اور حضرت شاہؒ کے شاگرد تھے؛ البتہ شاہ صاحبؒ کے بھائیوں میں یوسف نام کا کوئی نہ تھا۔ (نقشِ دوام: ۲۶) معلوم ہوا یہاں مؤلف سے نام ذکر کرنے میں یا بھائی کی نسبت بیان کرنے میں تسامح واقع ہوا ہے۔



راقم کے پوچھنے پر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ کو دیکھا تو نہیں؛ البتہ بذریعہ خط وکتابت ان سے رابطہ رہا ہے، اور انہوں نے مجھے اجازت نامۂ حدیث شریف بھی ارسال کیا ہے۔ فرمایا کہ وہ پکے حنفی تھے اور ترکی میں پیدا ہوئے تھے، ترکی کے یورپ پرست حاکم مصطفیٰ کمال پاشا نے جن بڑے بڑے علما کو دریا بُرد کرنے کا مذموم ارادہ کیا، اور پھر ان کو سَمُندر میں ڈال کر شہید بھی کیا ان علما میں حضرت مولانا کوثری رحمہ اللہ بھی تھے؛ لیکن مصطفیٰ کمال نے ان کو شہید نہیں کروایا اور ان سے کہا کہ تمہیں نہیں مرواتا اس لیے کہ تم ایک بیش بہا خزانہ ہو، اگر کسی اسلامی ملک والوں نے تجھے ہم سے طلب کیا تو فوراً تجھے ان کے حوالہ کردیں گے؛ چناں چہ بعد میں مصر والوں نے ان کو مانگا تو پاشا نے مصر بھیج دیا۔

## اساتذہ اور شیوخ سے محبت وعقیدت:

شیخ الحدیث حضرت مولانا مطلع الانوار صاحب (فاضل دیوبند) کوٹ چارسدہ نے فرمایا کہ ان کو اپنے شیوخ سے بے حد محبت تھی، آپ روڑکی میں ہوتے تھے؛ مگر وہاں سے برابر حضرت مدنی رحمہ اللہ کی ملاقات کے لیے آتے تھے۔

فراغت اور ہندوستان میں تدریس کے بعد جب پاکستان آئے تو سال میں ایک بار ضرور اپنے شیخ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی ملاقات کے لیے دیوبند تشریف لے جاتے تھے اور اپنے ساتھ ایک جوڑا موزے اور کچھ شہد بھی بطور ہدیہ لے جاتے تھے۔

مولانا قاری حکیم زادہ صاحب مدظلہ حالاً خطیب جامع مسجد نوشو پشاور نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ کل صبح سخا کوٹ جائیں گے اور اسیر مالٹا حضرت مولانا میاں عزیز گل صاحب کی ملاقات اور ان کی عیادت کریں گے۔ صبح جب ہم وہاں روانہ ہوئے تو راستے میں آپ نے فرمایا کہ میرے جتنے اساتذہ حیات ہیں، میں سال میں ایک بار ضرور ان کی ملاقات کے لیے جاتا ہوں، اور جن کا انتقال ہوا ہو ان کی قبر پر جا کر ان کو دعا دینے کے لیے حاضر ہوتا ہوں؛ لہٰذا اسیر مالٹا کے چھوٹے بھائی مولانا نافع گل رحمہ اللہ کی قبر پر بھی جائیں گے؛ اس لیے کہ وہ میرے استاذ ہیں۔

چناں چہ جب ہم سخا کوٹ اسیر مالٹا کے گھر پر پہنچ گئے تو وہاں ایک بوڑھے شخص ہم سے ملے، انہوں نے ہم سے معانقہ ومصافحہ کیا اور ہمیں پر جوش خوش آمدید کہا، اور فرمایا کہ ذرا ٹھہر جائیں! میں گھر ہو کر آتا ہوں۔ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے پوچھا کہ کیا یہی اسیر مالٹا ہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں یہ تو ان کے بیٹے ہیں اور ان کا نام بھی مولانا عبدالرؤف صاحب ہے، تھوڑی دیر بعد وہ گھر سے باہر آئے اور فرمایا کہ مولانا صاحب (اسیر مالٹا) آپ کو گھر کے اندر بلا رہے ہیں؛ چناں چہ ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے، اسیر مالٹا نے آپ کو محبت بھرا خوش آمدید کہا اور ہمیں شربت پلایا، دن کے تقریباً دس بجے تھے، انہوں نے شیخ الحدیث صاحبؒ سے بہت ساری باتیں کیں اور پھر کھانے کے لیے ٹھہرنے کو کہا؛ مگر شیخ الحدیث صاحبؒ نے اجازت مانگی اور ہم ان سے رخصت ہوئے۔ جب گاؤں سے باہر آئے تو ایک بڑے قبرستان میں



چلتے چلتے آپ ایک قبر پر رک گئے اور فرمایا کہ ادھر ٹھہر جاؤ! یہ قبر میرے استاذ مولانا نافع گل رحمہ اللہ کی ہے۔ یہ ایک کچی قبر تھی، کوئی خاص نشان وغیرہ بھی اس پر نہ تھا، میں بہت حیران ہوا، دعا کے بعد میں نے پوچھا کہ حضرت یہ قبر آپ کو کیسے معلوم ہوئی، اس پر تو کوئی نشان وغیرہ بھی نہیں لگا ہے؟ تو فرمایا کہ یہ میرا کوئی پہلی مرتبہ آنا تو نہیں؛ بلکہ میں ہر سال ادھر آتا ہوں، میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں۔

## انابت ورجوع الی اللہ:

شیخ الحدیث رحمہ اللہ ہر کام میں اللہ کی طرف رجوع کرتے اور اسی سے مدد مانگتے، ہر مقصود کے لیے بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے۔

مولانا قاری حکیم زادہ صاحب فرماتے ہیں کہ جن دنوں شیخ الحدیث صاحب دارالقرآن نمک منڈی پشاور میں شیخ الحدیث تھے، تو ان کا یہ معمول تھا کہ جب ہر جمعرات کو مدرسہ سے چھٹی ہو جاتی تو گھر روانہ ہونے سے پہلے وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھتے، اس کے بعد لمبی دعا مانگتے۔ ایک روز میں قریب بیٹھ گیا تا کہ سنوں کہ حضرت کیا دعا مانگتے ہیں؛ چناں چہ آپ نے بہت سی دعائیں مانگیں اور آخر میں دعا میں کہا کہ ”یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں گھر جا رہا ہوں؛ لیکن راستے میں رَش (ازدحام) ہوتا ہے، گاڑیاں رِکشے اور مختلف مشینیں چل رہی ہوتی ہیں، روزانہ حادثات ہوتے رہتے ہیں، پھر میں ضعیف اور کمزور بھی ہوں، یا اللہ! مجھے بخیر وعافیت اپنے گھر پہنچا دے“۔

قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ اِس سے پہلے مجھے ایسی دعا مانگنے کا خیال تک بھی نہیں آیا تھا، ہم تو صرف سواری کی مسنون دعا پر اکتفا کرتے ہیں؛ لیکن شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی اس دعا کا اہتمام ہی انوکھا لگا؛ چناں چہ اُسی دن سے میں نے بھی یہ معمول بنالیا ہے کہ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اِس طرح کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگ کر روانہ ہوجاتا ہوں۔

### اعتراف گناہ:

مولانا قاری حکیم زادہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں بہت گنہگار ہوں؛ مجھ میں قوت برداشت نہیں۔

ایک روز ایک صاحب کے بارے میں فرمایا کہ وہ بہت بڑے عالم ہیں؛ مگر ان میں فلاں کمزوری ہے، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کیا اچھا ہوتا! میں نے عرض کیا کہ حضرت! وہ تو آپ کا نام بہت احترام سے لیتے ہیں اور آپ کو اپنا قابل احترام بزرگ جانتے ہیں، اور ایک دن مَیں ان کے پاس بیٹھا تھا تو انہوں نے آپ کی بہت زیادہ خوبیاں بیان کی تھیں۔ یہ سنتے ہی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچا اور فرمایا کہ ''جی چاہتا ہے کہ اس کو کاٹ ڈالوں، کاٹنا شریعت میں ناجائز ہے ورنہ میں ابھی اس کو کاٹ دیتا کہ اس کی وجہ سے ہم گناہ کرتے ہیں''۔

### اللہ کا خوف:

۱۲؍جنوری ۲۰۰۹ء کو شیخ الحدیثؒ کے ایک شاگرد حضرت مولانا فضل سبحان صاحب ڈاگی مکرم خان، تر ناب، چارسدہ نے فرمایا کہ میرے ایک شاگرد کے



والد صاحب کی وصیت کا کوئی مسئلہ تھا، تو میں اس شاگرد کو لے کر ''دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ'' میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے پاس گیا، اور اس مسئلہ میں فتوی مانگا تو مجھے سخت ڈانٹا، اور فرمایا کہ اوپر کی منزل میں یہ مفتی محمد فرید صاحب کس لیے بیٹھے ہیں؟ اگر میں نے کوئی غلط مسئلہ بتایا تو کل خدا کو کیا جواب دوں گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کام کے لیے تو مفتی موجود تھا تو تم نے یہ منصب اپنے ہاتھ میں کیوں لیا تھا؟

### احترام قرآن مجید:

جب قرآن مجید کی تلاوت ہوتی تھی حضرت شیخ الحدیثؒ ہمہ تن گوش ہوکر اسے سنتے تھے؛ چناں چہ قاری حکیم زادہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں روزانہ حضرت کو ایک پاؤ حدر سناتا تھا، جب میں تلاوت شروع کرتا تو آخر تک مکمل توجہ سے میری تلاوت سنتے، اگر اس دوران کوئی اُس طرف آتا تو اس کی طرف معمولی التفات بھی نہ فرماتے۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض قاری حضرات اپنے شاگردوں سے حدر بھی سنتے ہیں اور ساتھ ساتھ دوسروں سے باتیں بھی کرتے ہیں، اِدھر اُدھر دیکھتے بھی ہیں، کوئی ساتھ ساتھ کتاب بھی پڑھتا ہے، کوئی لیٹے ہوئے تلاوت سن رہا ہوتا ہے، یا دو، دو، تین تین طلبا ایک ساتھ حدر سنا رہے ہوتے ہیں، ایسی حالت میں استاد کی توجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، غلطی درست کرنا تو درکنار۔ الحمدللہ! میں نے پورا قرآن مجید حضرت کو اسی طرح سنایا ہے۔

## آپ کے مزاج مبارک:

آپ کے مزاج شریعت کے موافق تھے، جو کوئی آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور اس کا بہت احسان مانتے۔ ہاں! خلافِ شریعت کوئی بات سن لیتے یا کوئی کام خلافِ شریعت ہوتا ہوا دیکھتے تو انتہائی غصہ ہو جاتے۔

بقول قاری حکیم زادہ صاحب ایک مرتبہ شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا مزاج سخت ہے؛ لیکن اصل بات یہ ہے کہ لوگ میرا مزاج سمجھتے نہیں، حق بات کہنا اور پھر اس پر ڈٹ جانا یہ میرا مزاج ہے، ناجائز بات سن کر یا کوئی بے جا حرکت دیکھ کر مجھے غصہ آتا ہے، خصوصاً علما وطلبا پر اِن جیسی باتوں میں اس لیے غصہ زیادہ آتا ہے کہ اِن سے پھر دوسرے لوگ بھی غلط تأثر لیتے ہیں، اس لیے فوراً اُن کی اصلاح اور مرمت کی کوشش کرتا ہوں۔

قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے مدرسہ ''جامعہ علوم القرآن'' جامع مسجد نوشو پشاور میں سالانہ جلسہ تھا، ہم نے شیخ الحدیث صاحبؒ کو جلسہ کی کارروائی کی صدارت سپرد کی تھی۔ تلاوتِ قرآن کے بعد ایک مشہور ومعروف نعت خواں نے نعت شریف پڑھنا شروع کیا تو نعت پڑھتے وقت وہ اپنی خاص ادا کے ساتھ اپنے سر کے بالوں کو اوپر نیچے حرکت دے رہا تھا، جب شیخ الحدیث صاحبؒ نے اسے اس حالت میں دیکھا تو فوراً کھڑے ہوگئے اور مجھے حکم فرمایا کہ اس ڈوم (گویّا) کو بٹھا دو، چناں چہ میں نے اٹھ کر اسے سمجھایا، اس نے اپنی ادا کو ساکن کر کے چند بیت پڑھے اور خاموشی سے بیٹھ گیا۔



اس کے بعد ایک معروف مقرر نے تقریر شروع کی، دورانِ تقریر اس نے کئی بار کہا کہ نئی روشنی والے یہ کہتے ہیں، نئی روشنی والے وہ کہتے ہیں۔ تو شیخ الحدیث صاحبؒ یہ جملے سن کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اِن نئی روشنی والوں کا نام بھی لے لو کہ یہ کون لوگ ہیں، یہ کیسی مبہم تقریر کرتے ہو؟ میں نے شیخ الحدیث صاحبؒ سے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں ہم اِن سے کہتے ہیں۔ بہر حال مقرر صاحب سمجھ گئے اور بات کا رُخ کسی اور موضوع کی طرف موڑ دیا۔

جب جلسہ ختم ہوا تو شیخ الحدیث صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں صدرِ جلسہ بنایا؟ صدرِ جلسہ کا تو کام ہی یہی ہے کہ جلسہ کے شرکا ومقررین کو دیکھے، پرکھے اور حاضرینِ جلسہ کے مجمع پر اُس کی نظر ہو اور مکمل اپنی ڈیوٹی کی طرف متوجہ رہے۔ قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ صدر جلسہ کا کام کیا ہوتا ہے اور جلسہ کے لیے یہ صدر کیوں مقرر کرتے ہیں؟

## متعدد مدارس میں تدریس کا سبب:

راقم الحروف نے ایک مرتبہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت! بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیخ الحدیث صاحب نے بہت زیادہ مدارس میں درس وتدریس کی ہے یعنی اگر ایک ہی مدرسہ میں مسلسل پڑھاتے تو یہ بہتر ہوتا۔ فرمایا کہ اگر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ میں تنخواہ کی خاطر مدارس بدلتا رہتا ہوں تو یہ بات غلط ہے؛ کیوں کہ ہر مہتمم میری پسند کی تنخواہ مجھے بروقت دیتا ہے بل کہ کبھی کبھی وقت سے پہلے بھی دیتے ہیں؛ لیکن جب وہاں کے حالات میرے مزاج کے خلاف ہوتے ہیں تو

میں وہ مدرسہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ الحدیث صاحبؒ کی بات حقیقت پر مبنی ہے؛ کیوں کہ پاکستان کے ایسے مایۂ ناز شیخ الحدیث ہو کر بھی انہوں نے کبھی بھی شہرت اور نام ونمود کو پسند نہ کیا؛ حالاں کہ آپ کو اکابر علمائے دیوبند کی یادگار نشانی کی حیثیت حاصل تھی؛ مگر آپ اور اسی طرح آپ کے تلامذہ اس لحاظ سے کچھ اور طبیعت کے مالک ہیں۔ بعض بڑی جامعات والوں نے آپ کو من پسند تنخواہ کے ساتھ شیخ الحدیث کے طور پر رکھنے کی پیشکش بھی کی تھی؛ لیکن اُسے آپ نے اس لیے قبول نہیں فرمایا کہ آپ دنیا کے مال ودولت کے طالب قطعاً نہ تھے۔

آپ غرور اور خود پسندی سے دور بھاگتے تھے، بس حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانہ تھے یہاں تک کہ آپ کی عام گفتگو بھی علمی ہی ہوا کرتی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ملاقات کے لیے آنے والے سے نام اور پتہ ضرور پوچھ لیتے تھے اور یہ بھی پوچھتے کہ شادی شدہ ہے یا نہیں۔

### کرامت شیخ الحدیث رحمہ اللہ:

راقم الحروف بمعیّت قاری حافظ عبدالوہاب صاحب نوشہرہ کلاں ضلع نوشہرہ، ڈھکی، چارسدہ میں حضرت مولانا آزادگل صاحب تلمیذ شیخ الحدیث صاحبؒ کی ملاقات کی غرض سے حاضر خدمت ہوا، حضرت کے کچھ مرید اور خدام بھی تشریف فرما تھے جو چائے نوش کر رہے تھے۔ حضرت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، فرمایا کہ مہمانوں کو چائے دے دو، پھر پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ بندے نے مصافحہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں ترناب کے شیخ الحدیث صاحب کا نواسہ ہوں، حضرت نے میرے



ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے اپنے دل کے اوپر ہی رکھ لیے اور فرمایا کہ تم تو میرے استاد صاحب کے نواسے ہو، اور آبدیدہ ہو گئے۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں لے کر فرمایا کہ حضرت بہت بڑی شخصیت تھے، آپ ہم پر بہت مہربان تھے؛ خصوصاً مجھ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔

راقم الحروف نے پوچھا کہ آپ کو شیخ الحدیث صاحبؒ کی کوئی بات یا واقعہ یاد ہو تو ذکر فرمائیں؛ تاکہ ہم اُسے حضرت کی سوانح کے ساتھ شائع کریں؟ فرمایا کہ زیادہ باتیں تو یاد نہیں؛ البتہ ایک بات بہت خوب یاد ہے کہ جب ہم ''جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک'' میں حضرت سے دورۂ حدیث پڑھ رہے تھے تو ایک دن حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم چند طلبا دیوبند میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے گھر کے قریب ان کی مسجد میں موجود تھے، عصر کے بعد کا وقت تھا اور شعبان کی آخری تاریخ تھی کہ اچانک مسجد کے دروازے پر کسی نے یہ آواز دی ''أیـن حبیبـي؟'' یعنی میرے دوست کہاں ہے؟ اِس آواز میں کچھ ہیبت اور رعب تھا یعنی عام لوگوں کی آواز معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ ہم طلبا مسجد کے دروازے کی طرف لپکے تو دیکھا کہ ایک بارعب شخصیت موجود تھی، ہم نے اُن سے پوچھا کہ آپ کے دوست کون ہیں؟ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں، مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ چلو! دیوبند چلتے ہیں، آج حسین احمد (حضرت مدنی رحمہ اللہ) تراویح میں قرآن سنانا شروع کرے گا، اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ادھر تک آیا؛ لیکن یہاں پہنچ کر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ فرما کر وہ شخصیت بھی ہماری نظروں سے غائب ہوگئی۔ سبحان اللہ!(۱)

## آپ کے بارے میں اکابر، معاصرین اور اصاغر کے توصیفی کلمات:

شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مدنیؒ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کے بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ سے میرا تعارف کرا رہے تھے اور ان سے میرے بارے میں فرمایا کہ ''تَسْمَعُ بِالْمُعَيْدِيِّ

---

(۱) رؤیت بیداری کے سلسلے میں علما کا اختلاف ہے۔ علامہ سیوطیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ خلیفہ ابن موسیٰ، شیخ عبدالغفار، حضرت شاہ ولی صاحبؒ، حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ وغیرہم اکابر علما کی طرف رؤیت بیداری کو منسوب کیا گیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ کے بارے میں تو آتا ہے کہ انہوں نے ۷۰ بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بحالتِ بیداری زیارت فرمائی ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے اپنے آٹھ رفقا کی معیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری شریف پڑھی۔ ائمہ کی ایک بڑی جماعت، مثلاً امام غزّالی، باذری، علامہ تاج الدین سبکی، علامہ یافعی، علامہ قرطبی، محدث ابن ابی جمرہ، ابن الحاج اور شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہم اللہ وغیرہم اس کا اثبات فرماتے ہیں؛ البتہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کا انکار کیا ہے۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ''فإن الشيطان لا يتمثل بي'' سے ثابت ہوتا ہے کہ رائی حضور کے جسم کو نہیں دیکھتا؛ بلکہ آپ کی مثال کو دیکھتا ہے، جیسا کہ امام غزالیؒ وغیرہ محققین نے لکھا ہے، اور اسی کو علامہ کشمیریؒ نے محقق فرمایا ہے۔ علامہ عینیؒ ''عمدۃ القاری'' میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ جن پر انعام واکرام فرماتا ہے اُن کو موکل فرشتہ حسبِ مناسبت مثال روحِ اقدس کی زیارت کرا دیتا ہے۔ مشہور محدث شیخ عز الدین ابن عبدالسلام نے ''القواعد الكبرىٰ'' میں ''المدخل'' لابن الحاج کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ علامہ ابن الحاجؒ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ بحالتِ بیداری کا مسئلہ بہت دقیق ہے؛ تاہم ایسے حضراتِ اکابرین کے لیے اس کے وقوع وثبوت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے جن کے ظاہر و باطن کی حق تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص سے حفاظت فرمائی ہو۔ بعض علمائے ظاہر کے انکار کے سلسلے میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ''مَن لم يذق لَم يدر''۔
(تفصیل کے لیے مراجعت فرمائیں ''انوار الباری: ۶/ ۲۱۶''، ''الحاوی للفتاوی'' از علامہ سیوطیؒ)



خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَرَاهُ''(۱) اتنے میں حضرت مولانا سیّد محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ ایک لمبا جبّہ پہنے ہوئے تشریف لائے تو حضرت مدنی رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ اگر مولوی عبدالرؤف بھی آپ جیسا جبّہ پہنیں تو یہ بھی بڑے خوبصورت لگیں گے'' اس پر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ'' حاجتِ مشّاطہ نیست روئے دلآرام را'' یعنی مولوی عبدالرؤف تو بغیر جبّہ پہنے بھی خوبصورت لگتے ہیں۔

شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ نے ''دارالعلوم دیوبند'' میں اکابر علما کے سامنے میری تعریف کی، پھر اکابر تشریف فرما تھے اور چائے نوش فرما رہے تھے کہ اِس دوران مَیں نے وہاں آکر سلام کیا تو سب اکابر ہنس پڑے، اور اُنہوں نے فرمایا کہ تم تو اِس کی تعریف کر رہے تھے؛ حالاں کہ اِس نے کھانے پینے کے دوران سلام کیا اور یہ تو منع ہے؟ شیخ الادب صاحبؒ نے اُن سے فرمایا کہ جب کسی کا مقصد یہ ہو کہ مجھے بھی ساتھ بٹھا لے تو پھر تو سلام کرسکتا ہے۔(۲)

---

(۱) یہ عربی کی ایک کہاوت ہے جو صقعب بن عمرو نہدی کے لیے نعمان بن منذر نے کہی تھی ''يا منذر بن ماء السماء'' کے لیے شقہ بن ضمرہ نے کہی تھی۔ (المزہر فی علوم اللغہ للسیوطی: ۱/ ۳۸۴)۔ یعنی آپ کسی کے بارے میں دور سے سنتے رہیں یہ دیدار کرنے سے بہتر ہے؛ اس لیے کہ بسا اوقات دیکھا ہوا سنے ہوئے کے مطابق نہیں ہوتا تو عقیدت ومحبت کم ہو جاتی یا ختم ہوجاتی ہے۔ یہ جملہ حضرت مدنیؒ نے اس لیے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا ظاہری حلیہ ٹیپ ٹاپ والا نہیں تھا۔
(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: و دع آكلا إلا إذا كنت جائعًا ☆ و تعلم منه أنه ليس يمنع
(ردالمحتار علی الدر المختار: ۴/ ۴۲۶، البحر الرائق: ۴/ ۶۹)

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنُّوری رحمہ اللہ آپ سے بہت ہی شفقت اور محبت فرماتے تھے، اور آپ کو اپنی گود میں اُٹھا کر یوں فرماتے کہ یہ موتی ہے موتی!

شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت بنوری رحمہ اللہ سے کسی نے میرے متعلق پوچھا کہ یہ کیسا عالم ہے، تو حضرت بنوری رحمہ اللہ نے ''ھضما لنفسه'' فرمایا کہ ''یہ مجھ سے بڑے عالم ہیں''۔

راولپنڈی کے حضرت مولانا عبد المعبود صاحب مدظلہ (مؤلف ''تاریخ مکہ مکرمہ'' و''تاریخ مدینہ منورہ'') فرماتے ہیں کہ ''میری شیخ الحدیث صاحبؒ سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی ہے اور میں ان کے درسِ حدیث میں بھی بیٹھا ہوں۔ شیخ الحدیث صاحبؒ کے ایک تلمیذ حضرت مولانا میرا جان صاحب نے فرمایا کہ ''شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ صوبہ سرحد (موجودہ پختونخواہ) کے شاہ ولی اللہ تھے''۔

شیخ الادب حضرت مولانا عبد الجمیل صاحب رحمہ اللہ- المتوفی ۱۹/جولائی ۲۰۰۲ء عمرزئی، چارسدہ، فاضل جامعہ امینیہ دہلی وتلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ- نے فرمایا کہ سرحد کے تمام شیوخ کی مثال چَراغ کی ہے اور شیخ الحدیث مولانا عبد الرؤف صاحب کی مثال لالٹین کی طرح ہے'' موصوف حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے بہت عاشق تھے اور آپ کو بڑے آداب والقاب سے یاد فرماتے تھے۔

۶/جون ۲۰۱۲ء بروز بدھ حضرت مولانا محمد مجاہد خان الحسینی مدظلہٗ (فاضل دیوبند وخادمِ خاص حضرت مدنی قدِّس سِرُّہٗ) نے فرمایا کہ ''شیخ الحدیث مولانا عبد الرؤف صاحبؒ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے عاشقِ زار اور تابعدار تھے۔ وہ طلبا



کے ہمدرد، ایک اعلیٰ ترین اور سچے انسان تھے، اور انہوں نے فقیرانہ اور نہایت سادہ زندگی گزاری ہے، اب اللہ تعالیٰ انہیں اُس جہان کی خوشیاں نصیب فرماویں۔ آمین!

## بائیس سال بعد ایک عجیب ملاقات:

شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے سچے اور مخلص دوست- بقول بعض علما شیخ صاحب کے یارِ غار- شیخ الادب حضرت مولانا عبد الجمیل صاحب رحمہ اللہ فاضل جامعہ امینیہ دہلی کے پاس جس وقت راقم الحروف ''محیط الدائرہ'' ہفتے میں ایک دن رساپور سے عمرزئی، چارسدہ جا کر پڑھتا تھا، تو ملتے ہی سب سے پہلے حضرت الشیخ کے بارے میں پوچھتے کہ ان سے ملاقات ہوئی تھی کہ نہیں! اور ان کی طبیعت کیسی تھی؟ چناں چہ راقم الحروف ان کی طبیعت کے متعلق بتاتا۔ بندہ نے محسوس کرلیا کہ ان کی آپس کی ملاقات شاید بہت مدت سے نہیں ہورہی ہے؛ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ دونوں کی ملاقات کو کتنی مدت گزر چکی ہے، تو فرمایا کہ ''شکیل احمد! اگر میں بتلاؤں تو تمھیں یقین نہیں آئے گا، ہمارے فراق کو بائیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور یہ عجائبات میں سے ہے''۔

مدارس میں تدریس کے دوران تو ایک دوسرے سے خط وکتابت کا سلسلہ خوب چلتا تھا، اور ملاقات بھی ہوتی رہتی تھی؛ لیکن آخر میں دونوں حضرات آنے جانے سے معذور ہوگئے تھے، اس لیے ان کی ملاقات نہیں ہورہی تھی۔

لہٰذا بندہ نے بتاریخ ۲۱/جولائی ۲۰۰۰ء بروز جمعہ مبارکہ اپنے ہم سبق ساتھی مولوی عبد الرؤف صاحب کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد حضرت شیخ الادب صاحبؒ

کی اجازت سے ٹیکسی موٹر کار کرایہ پر لی، اور اس دن سبق پڑھنے کے بجائے شیخ الادب صاحبؒ کے ساتھ تر ناب شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے چلے گئے۔ جوں ہی ہم گھر کے اندر داخل ہوئے تو عجیب کیفیات تھیں؛ کیوں کہ بائیس سال بعد ملاقات تھی، دونوں حضرات نے تقریباً آدھا گھنٹہ آپس میں گفتگو فرمائی۔

چائے سے پہلے جب شیخ الحدیث صاحبؒ پانی نوش فرما رہے تھے تو شیخ الادب صاحبؒ نے آواز دی کہ ”میرے لیے کچھ پانی (اپنا جوٹھا) چھوڑ دیں“ شیخ الادب صاحبؒ اسی انتظار میں تاک لگائے بیٹھے تھے؛ لیکن شیخ الحدیث صاحبؒ نے پانی ان کے لیے نہیں چھوڑا۔ شیخ الادب صاحبؒ کے پوچھنے پر شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ ”میں اپنا جوٹھا آپ کو پلانا نہیں چاہتا“ جس سے مجلس کشتِ زعفران بن گئی۔

شیخ الادب صاحبؒ، شیخ الحدیث صاحبؒ کے لیے اپنی تالیف ”الأسماء الحسنٰى للّٰه الذي هو أغنٰى و أقنٰى“ اور ”الأسماء اليمنٰى لمن كان قاب قوسين أو أدنٰى“ بھی تحفۃً لے گئے تھے، شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم احناف قرآن پاک میں ”قروء“ سے حیض مراد لیتے ہیں اور شوافع کے سامنے اپنے دلائل بیان کرتے ہیں، ہماری ایک دلیل شاعرِ فصیح کا یہ شعر بھی ہے (اور ساتھ ہی تحفہ والی کتاب پر لکھ بھی لیا):

**إذا قامت الحسناء ترنو بنظرة**
**فترمي بسهم اللحظ عند رُنوئها**
**مُحببة في الطهر أرشف ريقها**
**و ينفر منها الطبع عند قُروئها**



ایک دوسرے سے رخصت لینے کے بعد جب شیخ الادب صاحبؒ گھر سے نکلنے لگے تو شیخ الحدیث صاحبؒ فرمانے لگے کہ ”آج تو مولوی عبدالجمیل نے مجھ پر اپنی علمی برتری ظاہر کر دی“۔

مذکورہ ملاقات کے بعد تھوڑی سی مدت میں دونوں حضرات دنیا سے تشریف لے گئے۔

آپ کے پسندیدہ اشعار:

شعر:
کچھ بات نہ تھی نعرۂ منصور میں لیکن
دنیا جسے چاہے اسے افسانہ بنادے

شعر:
اے نوا سنجِ انا الحق ترا کہنا تو بجا
لیک دستور نہیں قطرے کو دریا کہنا

شعر:
جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

شعر:
کۀ ہر سو مے سمؤ و خونۂ سمیګی
پختون قوم دے دګګو ګټو دیوال

فرمایا کہ حضرت مدنیؒ پاکستان بننے کے زمانہ میں غالبؔ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

فرمایا کہ میرے ایک شاگرد مولانا محمد حسن بوڈھانوی(۱) نے سبز چائے اور اس کی کڑواہٹ کے بارے میں یہ شعر کہا ہے:

نہ حلوے میں مزہ ہے، نہ برفی میں مزہ ہے
جیسا کہ سبز چائے کی تلخی میں مزہ ہے

پھر اسی مناسبت سے حضرت الشیخ صاحب نے یہ شعر بھی پڑھا ؂

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیٔ دوراں سے

شعر: آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

شعر: قَلِيلٌ مِنكَ يَكفِينِي وَ لٰكِنْ
قَلِيلُكَ لَا يُقَالُ لَهٗ قَلِيلُ

---

(۱) مولانا محمد حسن صاحب بوڈھانوی مدظلہٗ : فاضل ''جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل'' تلمیذ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ، مُجاز حضرت فدائے ملتؒ۔ ۳۰ رستمبر ۱۹۲۹ء میں آنکھیں کھولیں۔ ابتدائی دینی تعلیم و فارسی گاؤں ہی میں مولانا موسیٰ صاحب تراجویؒ وغیرہ اساتذہ سے حاصل فرمائی۔ ۱۹۴۴ء میں ''جامعہ ڈابھیل'' میں درجۂ فارسی دوم میں داخلہ لے کر انتہائی محنت و جاں فشانی سے تعلیم کی تکمیل کی۔ ۱۹۵۲ء میں سندِ فراغ حاصل کی، اُس سال اپنی جماعت میں اول نمبر سے کامیابی حاصل فرمائی۔ بعدہٗ دیوبند جاکر حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ سے بخاری و ترمذی شریف کی سماعت فرما کر خصوصی اجازت حاصل فرمائی۔ ایک سال حضرت مدنیؒ کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض کا اکتساب فرمایا۔ حضرت مدنیؒ، مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ اور مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ وغیرہ اکابر علما آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ تقریباً ۱۷ رسال کوسمبا میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیے۔ ''انجمن اشاعتِ اسلام والسال'' کی طلب پر برطانیہ کا سفر فرمایا اور اب وہیں مقیم ہو کر مصروفِ افادہ ہیں۔ افسوس! ہے کہ اتنی جلیل القدر شخصیت سے جامعاتِ عربیہ خدمات حاصل نہ کر سکے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرما کر مزید فیض رسانی کے اسباب پیدا فرمائے۔ آمین!



کسی نے آپ کی صحت دریافت کی تو فرمایا ؂

عدل وانصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

## نایاب کتابوں کا ذخیرہ اور کتابوں سے محبت:

آپ کے پاس حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے ہاتھ مبارک کی نشانی حضرت کشمیری رحمہ اللہ ہی کی کتاب '' **ضرب الخاتم علی حدوث العالم مع مرقاۃ الطارم** '' تھی، جو آپ کو حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے دی تھی۔ اسی نسخہ کو حضرت بنوری نے حضرت کشمیریؒ کے بیٹھک پر ان ہی سے درساً پڑھا بھی تھا جس پر حضرت بَنوری رحمہ اللہ نے حواشی بھی چڑھائے تھے۔ شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس وقت حضرت کشمیری رحمہ اللہ سے یہ کتاب درساً پڑھی، جس زمانے میں حضرت کشمیریؒ اس کتاب کو تصنیف فرما رہے تھے۔ شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا ارادہ حضرت بنوریؒ سے اس کے پڑھنے کا تھا؛ مگر یہ نہ ہوسکا، پھر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سے پڑھنے کا ارادہ تھا؛ مگر وہ بھی نہ ہوسکا۔

ساتواں باب:

# آپ کی جسمانی وروحانی اولاد

## آپ کی اولاد:

آپ کی اولاد میں ایک بیٹا عبدالعطوف صاحب اور تین بیٹیاں ہیں۔

آپ نے "تعطیر الأنام بتعبیر المنام" کتاب کے اوپر اپنے قلم سے تحریر کیا ہے:

ایک دفعہ میں نے یہ خواب دیکھا کہ بڑی ممانی مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ تمہارا لڑکا ہوا ہے اور ہم نے اس کا نام "فضل کریم" رکھا ہے؛ چناں چہ کچھ دنوں کے بعد گھر سے امید کے متعلق خط آیا، اللہ کے فضل و کرم سے ۵/ذی قعدہ کو ایک فرزند ہوا۔ حضرت مولانا مدظلہم العالی(۱) نے عبدالعطوف نام رکھا، بعض بزرگوں نے اعتراض کیا، اس کا جواب دے دیا اور فرمایا کہ محمد عطوف ہی سہی؛ مگر حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دھلوی کی تائید پر حضرت نے اول کو پسند فرمایا۔

عبدالرؤف پشاوری/مقیم منصور پور/ ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ

## آپ کے مشہور تلامذہ

### ہندوستان کے تلامذہ:

(۱) حضرت مولانا محمد حسن بوڈھانوی (۲) حضرت مفکر ملت مولانا عبداللہ

(۱) مراد شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ۔



صاحب کاپودروی دامت برکاتہم (۱)، سابق رئیس دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر، ضلع سورت گجرات انڈیا۔ (اضافہ از مرتب)

(۱) مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم: (ولادت ۱۹۳۳ء) صوبۂ گجرات کے مایۂ ناز سپوت، مفکرِ ملت، فخرِ گجرات، عربی و اردو کے مایۂ ناز ادیب، رئیس العلما، قافلۂ علم و فضل کے فردِ یگانہ، مرجع العلماء والطالبین ومحبوب العلماء والصالحین، علم دوست وعلما نواز شخصیت، عاشقِ کتب، فنا فی العلم، فاضل جامعہ ڈابھیل، رئیس و سرپرست دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر، رکنِ شوریٰ دارالعلوم وقف دیوبند و جامعہ عربیہ ہتھورا، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ورابطہ ادبِ اسلامی ہند، سرپرست جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا و مدارسِ عدیدہ، مؤلف کتبِ کثیرہ مفیدہ ومُجاز بیعت از جماعتِ صوفیا۔ برما میں آنکھیں کھولیں، ابتدائی تعلیم اپنے اقامتی وطن کاپودرا میں حاصل فرمائی۔ جامعہ ڈابھیل میں خطبۂ فراغ پڑھا، دارالعلوم دیوبند میں قیام فرما کر اجلۂ علما سے اکتساب فیض فرمایا۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ فخرالدین صاحب مرادآبادیؒ، علامہ بلیاویؒ، مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوریؒ، مولانا احمد نور صاحب پشاوریؒ، شیخ محمود عبدالوہاب محمود مصریؒ، مولانا فخرالحسن صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا سید حسن صاحب دیوبندیؒ، مولانا سید اختر حسین صاحب دیوبندیؒ، مولانا معراج الحق صاحب دیوبندیؒ، مولانا نصیر احمد خان صاحب بلندشہریؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ، مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ اور مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ وغیرہم ہیں۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، شیخ نادی درویش، شیخ احمد قلاش، شیخ ناخی، شیخہ فاطمہ بنت احمد، شیخ مالک بن عربی وغیرہ علمائے عرب سے اجازتِ حدیث حاصل فرمائی۔ مولانا پیر آصف صاحب فاروقی نقشبندیؒ (مجاز مولانا عبدالمالک صدیقیؒ)، حاجی فاروق صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جون پوری، ڈاکٹر اسماعیل میمن صاحب، مولانا ہاشم صاحب جوگواڑی، مولانا منیر احمد صاحب بمبوی، مفتی احمد صاحب خانپوری، مولانا نعیم اللہ نقشبندی، اور مولانا علی آدم صاحب (مُجاز حضرت مفکرِ اسلامؒ) أمد اللہ ظلالھم سے اجازت بیعت حاصل ہے۔ تقریباً ایک درجن سے زائد کتب آپ کے بہار آفریں قلم سے نکل کر عوام وخواص سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں، جن میں أضواء علی تاریخ الحرکة العلمیة، شرح دیوان امام شافعی، بدرالدین عینی اور رشد و ہدایت کے منار قابلِ ذکر ہیں۔ بقول مولانا مختار احمد صاحب فاروقی علمی جاہ وجلال، عربی اردو ادب کا صاف ستھرا ذوق، تاریخی عبور، مثالی تفکر و تدبر، اعلیٰ درجے کا حسنِ انتظام، حسنِ اخلاق، جوہر شناسی، معاملہ فہمی، مستقبل کا ادراک، مثالی تربیت، خوابیدہ صلاحیتوں کا ادراک، اصابتِ رائے و دیگر صلاحیتوں اور اوصاف نے حضرت مولانا کو ایسی جامعیت اور مرکزیت عطا کی ہے جس کی مثال گجرات کے ماضی قریب میں ملنی مشکل ہے، بالخصوص گجرات کے جنوبی خطے میں علمی بہار اور علمی وقار تو آپ کے فیض یافتہ تلامذہ سے ہی قائم ہے۔ "جامعہ فلاحِ دارین ترکیسر" کا آپ کا دورِ اہتمام............

## پاکستان میں:

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ ہادیہ پشاور (پاکستان میں تدریس کے پہلے سال جامعہ نعمانیہ چارسدہ میں) (۲) مولانا حافظ اسرار الحق صاحب مرحوم جلالہ مردان ایضاً (۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا روح الامین صاحب رحمہ اللہ چارسدہ ایضاً (۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا روح اللہ صاحب مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نعمانیہ، اتمانزئی، چارسدہ المتوفی ۱۷رمئی ۲۰۱۱ء بروز منگل ایضاً۔

مولانا روح اللہ صاحب کی وفات کی خبر ماہنامہ وفاق المدارس ملتان شوال ۱۴۳۲ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی ہے، جس کا متن مندرجۂ ذیل ہے:

حضرت مولانا روح اللہ صاحب کی رحلت: ۱۷رمئی ۲۰۱۱ء بروز منگل مشہور دینی درس گاہ دارالعلوم نعمانیہ، اُتمانزئی، چارسدہ کے مہتمم، استاذ الحدیث حضرت مولانا روح اللہ صاحب ۸۰رسال کی عمر پاکر راہیٔ ملک عدم ہوگئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون!

آپ کی ولادت ۱۹۳۱ء کو حضرت مولانا اسرائیل صاحب رحمہ اللہ کے گھر

......اس کا زریں عہد ہے، آپ نے اس کو شہرت کے آسمانِ ہفتم تک پہنچایا، ہر سطح پر اس کو علمی وقار بخشا اور اس کے نصابِ تعلیم ونظامِ تربیت کو متحرک وزندۂ جاوید بنایا۔ علما کی قدردانی، عزت افزائی کی وجہ سے آپ کے زمانے میں جامعہ بین الاقوامی' اساتذہ وفضلا کا مرکز بن گیا تھا۔ فنِ تفسیر، فنِ حدیث، فنِ تجوید، فنِ ادب کے شعبوں میں ہر متعلقہ استاذ یکتائے زمانہ ہوتا تھا، جس کی مقناطیسیت کی وجہ سے ہر جگہ کا طالب علم یہاں کھنچا چلا آتا تھا''۔ یہ تو بطور نمونہ چند سطور حضرت دامت برکاتہم کی شان میں لکھ دی گئی ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ع......سفینہ چاہیے اِس بحرِ بے کراں کے لیے۔



ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور مقامی علما سے حاصل کی اور مزید تعلیم کے حصول کے لیے ''دارالعلوم دیوبند'' تشریف لے گئے۔ تقسیم ہند کی بنا پر دورۂ حدیث کے لیے ''جامعہ اشرفیہ لاہور'' میں داخلہ لیا، بعض اعذار کی بنا پر دورۂ حدیث کی تکمیل شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف صاحب ترناب سے کی۔ آپ نے حضرت مولانا اعزاز علی، حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ جیسے حضرات سے علمی استفادہ کیا۔

اس قحط الرجال کے دور میں ان علمائے کرام کی رحلت کسی سانحہ سے کم نہیں، ادارہ وفاق ان علمائے کرام -ان کی خبر وفات سے اوپر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کی خبر وفات بتاریخ ٦رشعبان ۱۴۳۲ھ مطابق ۹رجولائی ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ بھی درج ہے- کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے، اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے، اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

(۵) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسرافیل صاحبؒ سابق شیخ الحدیث مدرسہ سراج العلوم کاہی کوہاٹ (٦) شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اے سی واہ کینٹ (۷) شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الاسلام صاحب بانی ومہتمم جامعہ فیض القرآن اُتمانزئی، چارسدہ (۸) مولانا حافظ حبیب الرحمٰن صاحب ترنگ زئی، چارسدہ (۹) مولانا محمد اللہ صاحب چارسدہ خاص (۱۰) مولانا عین اللہ عارفؔ صاحب (۱۱) مولانا اول خان صاحب سکڑ شارسدہ (۱۲) پروفیسر مولانا نصیر الدین صاحب گلبہار کالونی (برادر

مولانا محمد دین صاحب مہتمم جامعہ محمدیہ گلبہار کالونی پشاور) (۱۳) مولانا حضرت علی صاحب قاضی آباد، دلہ ذاک روڈ پشاور) (۱۴) مولانا سمیع اللہ صاحب مرحوم لطیف آباد، چارسدہ روڈ، پشاور (۱۹۸۲ء میں دارالقرآن نمک منڈی پشاور میں) (۱۵) مولانا میراجان صاحب افغانی حالاً یکہ توت (جامعہ عربیہ ٹل میں) (۱۶) مولانا فضل سبحان ڈاگی مکرم خان ترناب چارسدہ (۱۷) مولانا عبدالصمد گاؤں چتہ ترناب چارسدہ (۱۸) مولانا قاری محمد ایاز صاحب صوابی (۱۹) مولانا میاں گل صاحب خطیب گورنمنٹ کالج پشاور (۲۰) مولانا عبدالمنان صاحب افغانی بھالو، تارو (۲۱) مولانا عبداللہ صاحب فیصل کالونی، دلہ ذاک روڈ، پشاور (۲۲) مولانا رحمت اللہ صاحب سرڈھیری چارسدہ (۲۳) مولانا عارف صاحب خطیب جامع مسجد عمر فاروقؓ چارسدہ (غالباً ۱۹۶۵ء میں اسلامیہ چارسدہ میں) (۲۴) مولانا عبدالرشید صاحب افغانی (۱۹۸۲ء میں دارالقرا نمک منڈی پشاور میں) حالاً تہکال پایاں بجانب مغرب گورا قبرستان (۲۵) مولانا عبدالرشید صاحب مذکور کے والد صاحب (۲۶) مولانا فضل کریم صاحب ہری چند فاضل جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک ۱۹۵۹ء (۲۷) مولانا عبدالرزاق صاحب افغانی حالاً نزد بڈھ بیر ہائی اسکول (۲۸) مولانا شیرنواب صاحب کرک حالاً خطیب جامع مسجد عمر فاروقؓ F-15 فیز ۶ حیات آباد پشاور (۲۹) مولانا محمد رفیق صاحب (والد مفتی عبدالرزاق صاحب حالاً گنڈیری) بن محمد شریف کوٹ بٹخیلہ امام جلال مسجد (۱۹۶۵ء میں جامعہ اسلامیہ چارسدہ) (۳۰) مولانا سلطان محمود صاحب بن فضل الرحمٰن (مولانا محمد رفیق صاحب کے



ماموں زاد بھائی) (۳۱) مولانا محمد صفا صاحب المتوفی ۲۶ / جون ۲۰۰۳ء آف بنیادی ناگمان پشاور (دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ میں دورۂ حدیث پڑھا)۔ ان کے بیٹے مولانا عبیدالرحمٰن فاضل امدادالعلوم پشاور حالاً دارالعلوم ناگمان میں مدرس ہیں (۳۲) مولانا فضل خالق صاحب بنیادی ناگمان (یہ مولانا محمد صفا مرحوم کے بھائی اور مولانا سید الامین انوؔر کے والد صاحب ہیں) (۳۲) مولانا محمد یعقوب صاحب (یہ بھی مولانا محمد صفا مرحوم کے بھائی ہیں) (۳۵) مولانا صفی اللہ صاحب مرحوم میوڑہ تختی پشاور (۳۷) مولانا محمد عارف صاحب پجگی روڈ پشاور (آخرالذکر تینوں علما دارالقرا نمک منڈی پشاور سے فارغ التحصیل ہیں) (۳۸) مولانا فضل عظیم اسعدؔ حقانی جندول دیر (دارالعلوم اکبر مردان میں دورۂ موقوف علیہ کے دوران صرف ترمذی شریف میں ان کے شاگرد رہ چکے ہیں)۔

شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ہاتھ سے ۱۰ / شعبان ۱۴۰۴ھ کو لکھی ہوئی ان کے شاگردوں کی ایک فہرست میں مندرجۂ ذیل ۳۴ / نام درج ہیں:

(۱) شاہ آدم خان سواتی (۲) سعادت خان کابلی (۳) عبدالستار بن مولوی عبداللہ صاحب باڑہ صدر ایجنسی (۴) رشد احمد بن مولوی فضل یاتی جان ساکن دبک مندرہ خیل بنوں (۵) محمد شریف بن مولوی عبدالقاہر مقام بر کلے تحصیل ڈگر ضلع سوات (۶) مصاحب گل بن نعمت گل مقام چینہ ڈیرے تحصیل ڈگر ضلع سوات (۷) نعمت اللہ بن گل مراد مقام نیش گان مضافات بدخشاں (۸) امیر شہید بن مولوی غلام سرور مقام اصغر (یا اصفر) مضافات باجوڑ (اس نام کو بعد میں شیخ صاحب نے کاٹ دیا ہے) (۹) سیف

الرحمٰن بن مولوی گل عباس مقام اسکن قلعہ مضافات پروان افغانستان (۱۰) قاری جمیل الرحمٰن بن فقیر محمد مقام ترپی تحصیل وضلع مانسہرہ (۱۱) نور رحمٰن بن رحمت فقیر دیری (۱۲) قاری محمد ایاز بدخشانی (۱۳) قاری ہمایوں صاحب ہزاروی مقام ترپی تحصیل وضلع مانسہرہ (۱۴) سبزہ دین کابلی (۱۵) محمد رفیق بن گل حکیم مقام اتمانزئی کیمپ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور مہاجر کابلی (۱۶) محمد عمر بن مولوی محمد اختیار مقام سلیمہ سکندر تحصیل ضلع بنوں (۱۷) فضل اکبر بن مولوی غلام محمود مقام چنبارے آزاد قبائل مہمند ایجنسی پاکستان (۱۸) سید راز خان بن عبدالرحمٰن مقام سیو ضلع کوہستان (۱۹) زار بہاؤالدین بن اشرف الدین مقام موری لشٹ ضلع وتحصیل چترال (۲۰) عبدالقیوم چترالی (۲۱) عبدالرحمن بن مولوی محمد دامان مقام بابڑہ ضلع وتحصیل باجوڑ (۲۲) سیّد زین العابدین بن مولوی سیّد جلال مقام چمکنی تحصیل وضلع پشاور (۲۳) مولانا محمد احسان اللہ بن مولوی محمد ولی اللہ مقام زخی کہنہ اکبرپورہ ضلع پشاور (۲۴) نورالوہاب بن حاجی عبدالوہاب لورالائی بلوچستان (۲۵) عبدالحلیم بن گل ولی مقام ماموں کٹ کوت باجوڑ (۲۶) علی الرحمٰن بن عبدالرحمٰن مقام عنایت کلے مضافات باجوڑ (۲۷) فضل حمید بن نور حضرت مقام ارکنڑی مضافات باجوڑ (۲۸) نوراللہ بن مولوی عبدالرازق مقام تھڑے مضافات باجوڑ (۲۹) محمد غفران بن مولوی عبدالظاہر چپرھار افغانستان (۳۰) محمد نواب بن احمد شاہ مقام عنایت کلے مضافات باجوڑ (۳۱) اختر گل بن مولوی نور محمد متوطن لاڑے ولو ضلع سوات تحصیل الپورے (۳۲) سید رحیم شاہ بن مولوی سید تواب شاہ وطن پراخیل مضافات افغانستان (۳۳) عبدالحمید بن محمد اکل مقام چارمنگ کرکنے ضلع دیر تحصیل باجوڑ (۳۴) مولانا محمد سرفراز بن مولانا عمر دراز مقام خاص پنیالہ تحصیل وضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔



آٹھواں باب:

# ملفوظات طیبات

## ہندوستان میں زلزلہ:

فرمایا کہ میں جتنا عرصہ ہندوستان میں رہا ہوں، خدا کی شان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ اس تمام عرصہ میں کبھی زلزلہ آیا ہو۔

## ہندوستانیوں کا مقولہ:

فرمایا کہ صحت کا خیال رکھنے کے بارے میں ہندوستانیوں کا عجیب مقولہ ہے کہ ''پاؤں کو گرم رکھو، پیٹ کو نرم رکھو اور سر کو ٹھنڈا، پھر مارو ڈاکٹر کو ڈنڈا''یعنی یہ ان کا تجربہ ہے کہ جو شخص ان باتوں پر عمل کرے گا اس کو ڈاکٹر کے پاس جانے کی زیادہ نوبت اور ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

## ہدیہ کی قدردانی:

جب بھی کوئی آپ کے پاس معمولی سی چیز بھی ہدیہ میں لے کر آتا تو آپ بڑی قدردانی فرماتے اور ہدیہ دینے والے کو یہ عربی شعر ضرور فرماتے ؎

قليل منك يكفيني (۱) ولكن
قليلك لايقال لـــه قليلُ

---

(۱) الصبح المنبي عن حيثية المتنبي میں اسی طرح مذکور ہے؛ البتہ طبقات الشافعية الكبرىٰ لتاج الدين السبكي: ج۸/ص۲۲۸ میں "يكفيني" کی جگہ "ينفعني" واقع ہے۔

یعنی آپ کی طرف سے میرے لیے یہ تھوڑی سی چیز کافی ہے؛ لیکن -آپ کے اخلاص کی وجہ سے- آپ کی تھوڑی چیز کو بھی ''تھوڑی'' کہنا مناسب نہیں۔

## مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت:

فرمایا کہ جب مصافحہ کرو تو دونوں ہاتھ سے کیا کرو، یہ سنت ہے، ایک ہاتھ سے نہ کیا کرو۔

## حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی وفات پر جنات کا رونا:

فرمایا کہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھا، اور آپ کی وفات پر جنات بھی روئے؛ چناں چہ لوگ جنات کے رونے کی آواز بھی سنتے رہے۔ نیز فرمایا کہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ کفن میں ہنس رہے تھے، اور اسی مناسبت سے پھر حضرت ربعی بن حِراش اور حضرت رُبّیع بن حِراش رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واقعہ بھی سنایا کہ دونوں صحابی حضرات بھی کفن میں ہنس رہے تھے۔(۱)

---

(۱) یہ بات محلِ نظر ہے، اس لئے کہ ان حضرات کی طرف صحابیت کی نسبت صحیح نہیں ہے، تمام تذکرہ نگاروں نے اُن کو کبارِ تابعین میں شمار کیا ہے۔ یہ تین یا چار بھائی تھے، کوفہ کے باشندے تھے، نہایت عبادت گذار، شب زندہ دار اور اللہ کی نشانیوں میں سے تھے۔ حضرت ربّیع اور ربعی نے قسم کھائی تھی کہ جب تک آخرت کا ٹھکانہ معلوم نہ ہوجائے گا ہنسیں گے نہیں؛ چناں چہ موت کے بعد ان کو ہنستے ہوئے دیکھا گیا۔ اور ان کے ایک بھائی مسعود کے بارے میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے موت کے بعد لوگوں سے بات بھی کی تھی جس سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يتكلم رجل من أمتي بعد الموت (سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۳۶۱)؛ گویا کہ یہ گھرانہ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا نمونہ تھا۔ فالحمد لله الذي شرف هذه الأمة بهذه الكرامة!



## دو رکعت میں پورا قرآن:

شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید حضرت مولانا فیض اللہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمیں شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ ''دارالعلوم دیوبند'' میں میرے ایک استاذ تھے، جن سے میں نے پانچ سال اسباق پڑھے تھے (نام ہمیں شیخ صاحب نے بتایا تھا جو کہ میں بھول گیا ہوں ۱۲ مولانا فیض صاحب)، ایک دن ان استاذ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ عبدالرؤف! مجھے ایک جگہ جانا ہے، میرے ساتھ آؤ گے! میں نے عرض کردیا کہ جی حضرت! بالکل میں تیار ہوں۔ بہر حال کسی صحرائی دور افتادہ علاقہ کی طرف میں ان کے ساتھ جا رہا تھا، استاذ صاحب باوجود سفید ریش ہونے کے مجھ سے تیز چال سے جاتے تھے، اور میں نوجوان ہو کر ان کے پیچھے گویا دوڑ رہا تھا، کافی مسافت طے کر کے ہم اس علاقہ میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ہماری بہت آؤ بھگت کی، اور بڑی عزت سے پیش آئے۔ ہمیں رات وہاں مسجد ہی میں گزارنی تھی، کھانا کھانے کے بعد ہم سوگئے تو رات کے وقت میں نے محسوس کیا کہ استاذ صاحب اٹھ گئے؛ انہوں نے اٹھ کر وضو کیا اور تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ میں حیران تھا کہ حضرت سارا دن اسباق بھی پڑھاتے رہے اور سفید ریش ہو کر اتنی لمبی مسافت طے کر لی ہے، اور اب تہجد کے لیے بھی اٹھ گئے، تو مجھے بھی شرم آئی کہ الحمدللہ! میں نوجوان ہوں میں کیوں نہ اٹھوں؟ لہٰذا میں نے بھی اٹھ کر وضو بنالیا اور ان کے پیچھے نفل کی نیت باندھ لی کہ چند منٹ میں نماز پڑھ کر ختم کریں گے، لیکن آپ ایک پارہ پڑھتے اور دوسرا پارہ شروع فرماتے، میں خیال کرتا کہ چلو! یہ پارہ

پڑھ کر تو رکوع میں چلے جائیں گے؛ مگر آپ ختم کرنے والے نہ تھے۔ آخر میں نے تو مختصر طور پر پڑھ کر دو رکعت پر سلام پھیر لیا اور آپ برابر پڑھتے رہے، میں لیٹ کر ان کے پاروں پر پارے سنتا رہا یہاں تک کہ استاذ صاحب نے اٹھارہ پارے ایک ہی رکعت میں پڑھے، اور پھر دوسری رکعت میں باقی بارہ پارے پڑھ کر سلام پھیر لیا اور اس طرح انہوں نے دو رکعت نماز تہجد میں اللہ کا پورا کلام پڑھ لیا؛ حالاں کہ ابھی تک مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ہمارے استاذ صاحب حافظ قرآن ہیں۔ **ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء!**

## حضرت مدنیؒ کی آپ سے محبت:

بروایت مولانا حق نواز صاحب مہتمم جامعہ محمدیہ مٹہ چارسدہ شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے پاس تھا، کھانے کا وقت آیا، دستر خوان بچھا دیا گیا، حضرت مدنیؒ کے دستر خوان پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہما اللہ بھی موجود تھے، کھانے کے دوران میرے سامنے آدھی روٹی پڑی تھی، لیکن میں نے اپنا ہاتھ سالم (روٹی) کی طرف بڑھایا تو جلدی سے مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمانے لگے کہ پہلے یہ آدھی روٹی کھاؤ پھر دوسری روٹی کھاؤ گے! حضرت مدنی رحمہ اللہ مزاحاً فرمانے لگے کہ حضرت! آپ کو میرے دستر خوان پر بات کرنے (حکم چلانے) کی اجازت نہیں۔



## بخاری و مسلم میں کمال:

بروایت مولانا محمد قاسم صاحب رسالپور، شیخ القرآن والحدیث مولانا فخر الاسلام صاحب ”اُتمانزئی چارسدہ“ تلمیذ شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ میں بخاری اور مسلم میں کیسے کمال حاصل کروں؟ تو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیاں میرے سامنے کرتے ہوئے اشارہ فرمایا، میں نے پوچھا کہ حضرت! اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ چاروں ہدایہ (یعنی ہدایہ کی چاروں جلدوں) کی خوب تدریس کرو، تب بخاری و مسلم میں کمال حاصل کرو گے۔

## پسندیدہ مہتمم:

حضرت شیخ الحدیثؒ مہتممین سے بہت نالاں تھے، فرماتے تھے کہ قبر میں اگر مردے سے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے تھے اور وہ جواب دے کہ.......... (اس کے بعد عبارت رہ گئی ہے)، مہتممین تو بہت دیکھے ہیں لیکن مولانا غلام اللہ خان صاحب (دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی) بہت اچھے مہتمم تھے۔

# چند یادیں اور حقیقتیں

ضبط وترتیب: مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی/ نائب رئیس جامعہ زرگری

حسب معمول میں نے شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف صاحبؒ سے اکابر کے حالات سنانے کا تقاضہ کیا تو آج کی مجلس میں شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ کا تذکرہ ہوا جو ''دارالعلوم دیوبند'' کے استاد تھے۔ فرمایا کہ میں نے شیخ الادبؒ سے دیوبند میں نفحۃ الیمن، سبعہ معلقہ، حماسہ، متنبّی، شمائل ترمذی، نسائی شریف جلد دوم کا آخری حصہ اور ہدایہ آخرین پڑھی تھیں۔

''نفحۃ الیمن'' پڑھاتے وقت مختلف صیغے مجھے وہاں نظر آئے، کسی دوسرے مصنف کی کتاب میں مجھے کہیں نظر نہ آئے۔

## نفحۃ العرب کی تالیف کا پس منظر:

فرمایا کہ شیخ الادب جب ''دیوانِ حماسہ'' پڑھاتے تو درسِ حماسہ کے علاوہ چند دوسرے مضامین بھی سناتے، جس کا مسودہ میں نے جمع کیا تھا اور اس وقت مجھ سے مولانا احتشام الحق اور مولانا محمد طاہر پنج پیری نے نقل کیا تھا۔ شیخ الادبؒ کے یہ مضامین بعد میں مرتب ہوکر ''نفحۃ العرب'' کی شکل میں آئے۔ ہوا یوں کہ شیخ الادبؒ کی کافی عرصہ سے تمنا تھی کہ درس نظامی کے نصاب سے ''نفحۃ الیمن'' کو خارج کیا جاوے؛ کیوں کہ اس کتاب میں خلفائے عباسیہ کے عیش پرستی کے



واقعات تھے، اور اس کے مصنف ''مدرسہ عالیہ کلکتہ'' میں مدرس تھے، اس مدرسہ کے پرنسپل ایک انگریز ''متّی لمزدن'' نامی تھے۔ انگریز تو عیش پرست تھے اور ان کو خوش کرنے کے لیے اس یمنی مصنف نے کتاب لکھی، جس کا نام ''نفحۃ الیمن'' رکھ دیا گیا(۱)۔ شیخ الادبؒ فرماتے کہ ''نفحۃ الیمن'' ہماری فکر و ادب کے خلاف ہے؛ اس لیے اس کی جگہ کوئی کتاب شاملِ نصاب کیا جاوے؛ چناں چہ اس سلسلہ میں انہوں نے وہ مضامین جمع کر کے اس کا نام ''خبز الشعیر'' رکھ دیا، ایک دفعہ جب مجلسِ شوریٰ کا اجلاس ''دارالعلوم'' میں منعقد ہوا تو اس میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ بھی شریک تھے جو شیخ الادبؒ کے خصوصی اور مشفق استاد تھے۔ اس موقع پر شیخ الادبؒ نے اپنی کتاب ''خبز الشعیر'' انہیں دکھائی اور وجہ تالیف بتاتے ہوئے فرمایا کہ ''نفحۃ الیمن'' میں خلفائے عباسیہ کی عیش پرستی کا ذکر ہے اور میں نے اپنی اس کتاب میں شجاعت کا ذکر کیا ہے، یہ سن کر مفتی صاحب بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ یہ ''خبز الشعیر'' نام کیسا؟ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے آواز دے کر فرمایا کہ یہ ''نفحۃ الیمن'' کا بدل ہے، میں اس کا نام ''نفحۃ العرب'' رکھ دیتا ہوں اور اس طرح یہ کتاب حضرت مدنی رحمہ اللہ کے رکھے ہوئے نام سے مشہور ہوئی۔ شیخ الادبؒ نے خود ہی اس کتاب کا حاشیہ لکھا ہے۔

---

(۱) ''نفحۃ الیمن'' شیخ احمد بن محمد یمنی الشروانی کی تصنیف ہے۔

## شیخ الادبؒ کے دیگر کچھ احوال:

فرمایا کہ شیخ الادب رحمہ اللہ نظم ونثر دونوں میں بے مثل تھے؛ لیکن یہ تحریر اور تدریس تک محدود رہا، عربی تقریر میں اولاً حضرت کشمیریؒ اور دوسرے حضرت مدنیؒ زیادہ مشہور تھے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ بھی عربی میں ماہر تھے۔ دوسرے درجہ کے اساتذہ میں مولانا عبدالحلیم صدیقی نائب ناظم نثر میں مشہور تھے؛ لیکن تقریر میں عجمی لہجہ استعمال ہوتا۔

فرمایا کہ شیخ الادبؒ کی تمنا تھی کہ ہمارے مدارس کے طلبہ میں عربی تقریر وتحریر کا مادہ پیدا ہو جائے، ہمارے علما وفضلا علمی کمال کے باوجود عربی میں کمزور ہوتے ہیں جب کے سرکاری درس گاہوں کے طلبہ ہم سے تقریر میں بہت آگے ہوتے ہیں۔ شیخ الادبؒ کی ایک تمنا یہ بھی تھی کہ ''شرح ابن عقیل'' کو ہمارے مدارس میں ''شرح ملا جامی'' کی جگہ مروج کی جائے جو کہ طلبہ کے لیے ''شرح جامی'' سے زیادہ مفید ہے، جب کہ حضرت مدنیؒ کی بھی یہی چاہت تھی۔

فرمایا کہ شیخ الادبؒ نے مولانا محمد عثمان نواسۂ شیخ الہند رحمہ اللہ کو ''شرح ابن عقیل'' شروع کرائی تو میں بھی ساتھ شریک ہوا، لیکن جب سردیوں کے ایام ہوئے تو دن کو پڑھانے کا وقت نہ مل سکا؛ چناں چہ شیخ الادبؒ نے معذرت کی کہ اب میرے پاس وقت نہیں ہے۔ جب ہم دونوں نے اصرار کیا تو شیخ الادبؒ فرمانے لگے کہ میرے پاس تو صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان وقت کے علاوہ اور کوئی وقت فارغ نہیں، چناں چہ ہم دونوں نے صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان کے وقت میں ''شرح ابن عقیل'' شروع کی جو واقعی ہمارے لیے نحو میں بہت مفید ثابت ہوئی۔



## مولانا وحید احمد مدنیؒ کا تذکرہ:

فرمایا کہ مولانا وحید احمد مدرس دارالعلوم سے بھی ایک خارجی کتاب ''الفیہ ابن مالک'' پڑھ چکا ہوں۔ مولانا وحید احمد صاحب حضرت مدنیؒ کے بھتیجے تھے اور جناب شیخ الہندؒ کے ساتھ مالٹا میں اسیر تھے، اسارت کے دوران مولانا وحید احمد نے شیخ الہندؒ سے ایک ہزار اشعار ''الفیہ'' کے یاد کئے تھے۔ مولانا وحید احمد مجھ بدھو سے خطاب کرتے ہوئے کہتے کہ میں نے چچا جان سے ''الفیہ'' کو یاد کرتے ہوئے ایک ہزار آنے کمائے تھے، چچا جان حضرت مدنیؒ مجھے کہتے کہ ''الفیہ'' کے ہر شعر کو یاد کرنے پر ایک آنہ ملے گا؛ چناں چہ میں نے ایک ہزار اشعار یاد کر کے حضرت مدنیؒ سے ایک ہزار آنے کمائے۔

## حضرت شیخ الادبؒ کی شعر گوئی:

فرمایا کہ شیخ الادبؒ عربی اور اردو دونوں میں شعر کہتے جب ''دارالعلوم'' میں انتشار پیدا ہوا اور حضرت کشمیریؒ دیوبند سے چلے گئے تو اس حادثہ پر شیخ الادبؒ نے عربی کی ایک نظم لکھی تھی، جو اس وقت ''مہاجر'' اور ''انصار'' اخبار میں شائع ہوئی۔ جس کے چند اشعار یہ تھے:

دارالعلزم تزلزلت أركانها     فبكت عليها ملة بيضاء

من كان أنور من نجوم سماءه     قد قيل فيه ليلة ظلماء

من كان نائب حضرت محمود     خذلوه واتبعوا الهوى وأساءوا

فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا لدھیانویؒ کو حکومت نے گرفتار کرکے ملتان جیل میں قید کیا تو شیخ الادبؒ نے اپنے استاد مفتی صاحب کو ایک خط لکھا اور اس کے سرنامے میں یہ شعر لکھا:

لطرت إلى ملتان لو كنت طائرًا

ولكن قضاء اللّٰه قصَّ جناحيا(۱)

لطیفہ سناتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ''دارالعلوم ٹل'' میں مدرّس تھا اور ملتان سے مولانا مفتی محمود صاحب کا دعوت نامہ آیا کہ وفاق کے اجلاس میں شریک ہو جایئے۔ مولانا حبیب گل نے کہا کہ اس اجلاس میں شرکت ضروری ہے اور وہاں ضرور بالضرور جایئے۔ میں نے کہا کہ کل تو اجلاس ہو رہا ہے کیسے پہنچوں گا؛ چناں چہ معذرت کے لیے مفتی صاحب کو خط لکھ بھیجا جس میں شیخ الادب رحمہ اللہ کا مذکورہ شعر لکھوایا، جس سے مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ بہت زیادہ محظوظ ہوئے۔ اتفاق سے علامہ شمس الحق افغانیؒ بھی اجلاس میں شریک نہ ہو سکے تو میں نے اُنہیں بتایا کہ میں نے تو مفتی صاحب کو معذرت لکھ کر شیخ الادبؒ کا شعر بھی بھیجا ہے ،جس سے علامہ افغانیؒ مسکرا کر فرمانے لگے کہ یہ شعر تو مجھے بھی یاد تھا لیکن آپ نے اسے موقع پر استعمال کیا ہے۔

(۱) مکمل قصیدہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ کا حضرت مفتی کفایت اللہ نمبر: ص ۵۴۔



**ایک دلچسپ لطیفہ:**

فرمایا کہ شیخ الادبؒ کو ''دارالعلوم'' سے حد درجہ محبت تھی، ایک دفعہ شیخ الادبؒ احاطہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک طالب علم کو شعر پڑھتے دیکھا، شیخ الادبؒ نے رُک کر شعر کو سُن لیا اور اس طالب علم کو بلا کر خوب ڈانٹا کہ ''دارالعلوم'' کی بے ادبی کر رہے ہو! وہ طالب علم علامہ اقبال کے مندرجۂ ذیل اشعار:

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

میں ترمیم کرتے ہوئے یوں پڑھ رہا تھا ؎

مطبخ کی دال کھا کر پل کر جواں ہوئے ہیں
نزلہ زکام کھانسی ، قومی نشاں ہمارا

فرمایا کہ تقسیم کے بعد پاکستانی اور ہندوستانی مقابلہ میں ایک دوسرے کے خلاف اشعار کہتے۔ یہاں پاکستانی علامہ اقبال کے مذکورہ شعر میں یوں ترمیم کرتے ؎

باطل سے دبنے والے اے شاستری نہیں ہم
رن کچھ میں کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

جب کہ ہندوستانی علامہ اقبال کے خودی سے متعلق شعر میں ترمیم کرنے

کے بعد مسلم لیگیوں سے کہتے ؎

خودی کو کر ذلیل اتنا کہ ہر تعزیر سے پہلے
خدا لیگی سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

فرمایا کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں دیوبندی معتوب ہیں، یہاں کہتے ہیں کہ دیوبندیوں نے قیامِ پاکستان کے خلاف کام کیا ہے، جب کہ ہندوستان میں کہا جاتا ہے کہ قیام پاکستان میں دیوبندیوں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے؛ اس لیے وہاں بھی معتوب ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ ''النصیحہ'' چارسدہ: ج ۲/ش ۵، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ فروری ۱۹۸۷ء)



# تاریخِ دارالعلوم دیوبند کا ایک ورق

## شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف کی زبان سے

شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف صاحب ترناویؒ نے فرمایا کہ اکابر دیوبند کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہوتا تو وہ بھی حق کے لیے تھا، اس میں کچھ ذاتی اغراض نہ تھے، ہاں! ایسے موقع پر بعض شدت پسند متعصب وابستگان کے اس میں زیادہ دلچسپی لینے سے معاملہ مشکل ہو جاتا تھا، اور اس کا فائدہ اغیار حاصل کرتے تھے۔

فرمایا اکابر کے درمیان جو اولین اختلاف پیدا ہوا وہ کچھ اس طرح تھا کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دونوں ایک جانب تھے، اور اُن کے خلاف مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن (برادر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ) اور مولانا حافظ احمد صاحبؒ صدر مہتمم تھے۔ اور اس اختلاف کو پیدا کرنے میں ''دارالعلوم'' کے ایک منشی سید رحمت علی فاضل دارالعلوم نے کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ منشی رحمت علی مہتمم کے ہاں جا کر شاہ صاحب کے خلاف باتیں ذکر کرتا اور شاہ صاحب کی باتیں پہنچا دیتا، پھر یہی منشی رحمت علی آ کر شاہ صاحب کو مہتممین کے عزائم اور باتوں سے آگاہ کرتا؛ چناں چہ ''دارالعلوم'' میں مشہور ہوا کہ شاہ صاحب اہتمام سے ناراض ہیں۔ شاہ صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ شوال میں درسِ ترمذی شروع کر کے تعطیلاتِ عیدالاضحیٰ تک پڑھاتے اور ''بخاری شریف'' عیدالاضحیٰ یا سہ ماہی امتحان کے قریب یا بعد شروع فرماتے۔

اس دفعہ شاہ صاحب عید کی چھٹیوں میں حسبِ معمول کشمیر گئے، معمول یہ تھا کہ شاہ صاحب کی کشمیر سے واپسی پر جملہ اساتذہ وطلبہ اُن کے مکان پر جاکر خوش آمدید کہتے؛ چناں چہ حسبِ معمول جب شاہ صاحب آئے تو اُن کے مکان پر اساتذہ وطلبۂ دارالعلوم کا تانتا بندھا ہوا تھا، ان میں مولانا رسول خان صاحب اور مولانا ابراہیم صاحب بھی تھے۔ ان کی ملاقات کے بعد ''دارالعلوم'' کے منشی سید رحمت علی نے ملاقات کے لیے آکر ہاتھ باندھے تو شاہ صاحب نے غصہ کے عالم میں فرمایا کہ ''خبیث! میرے سامنے کیوں آتے ہو؟ خبیث! تم سیّد نہیں، اگر ہے تو میرا کوئی گلا کاٹ دے، تم چھ مہینے نر اور چھ مہینے مادہ رہتے ہو''۔

چناں چہ منشی رحمت علی وہاں سے مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن کے ہاں گئے اور روئے کہ حضرت! مجھے تو شاہ صاحب ''دارالعلوم'' سے نکالتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن ''دارالعلوم'' کے کرتا دھرتا تھے، انہوں نے اس سے قبل مولانا عبیداللہ سندھی کو بھی نکالا تھا، مولانا حبیب الرحمٰن کو یہ ناگوار گزرا۔

چناں چہ منشی رحمت علی نے راتوں رات مطبع قاسمی سے ایک اشتہار چھپوایا جس کی سرخی تھی ''مولانا انور شاہ صاحب کے اخلاقِ حسنہ'' اور اس میں شاہ صاحب کے الفاظ نقل کر کے سُوال کیا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے؟ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا گناہ یہ ہے کہ میں نے مہتمم کے حکم سے ان طلبہ کا اخراج کیا جو کہ بقولِ وفد پنجاب، شاہ صاحب کے کہنے پر سب کچھ کرنے کو تیار تھے، شاہ صاحب کے آدمی تھے اور گڑبڑ پھیلانا چاہتے تھے۔



فرمایا کہ وفد پنجاب کا ذکر کروں، یہ وفد پنجاب سے مولانا عبدالعزیز گوجرانوالہ کی قیادت میں مصالحت کے لیے آیا تھا؛ لیکن اس کو مولانا حبیب الرحمٰن نے واپس کیا، کیوں کہ انہوں نے محسوس کیا تھا کہ یہ وفد صرف شاہ صاحب کی حمایت میں ہے، اس سے مصالحت مشکل ہے، مولانا حبیب الرحمان نے وفد سے کہا تم پنجاب کے لوگ ہو، اور پنجاب کے لوگوں کی دیوبندیت سے وابستگی کم ہے، اور نہ ہی اتنا چندہ دیتے ہو جیسا کہ دوسرے صوبے ہماری مدد کرتے ہیں؛ چناں چہ انہیں کہا کہ آپ کو شاہ صاحب کی حمایت میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟

فرمایا کہ منشی رحمت علی کا یہ اشتہار ''دارالعلوم'' کے بورڈوں پر لگا ہوا تھا اور صبح جب طلبہ نے دیکھا تو ہنگامہ برپا ہوا۔ اس دوران دہلی سے مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی بھی مصالحت کے لیے آپہنچے، طلبہ نے ہنگامہ کرا کر ''دارالعلوم'' میں جلسہ کرایا اور اعلان کرایا کہ آج کھانا بھی نہیں کھائیں گے، جملہ طلبہ جامع مسجد میں جمع ہو گئے، اِس دوران مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی نے طلبہ سے خطاب کیا اور پرامن رہنے اور اسٹرائک نہ کرنے کی اپیل کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تقریر میں حدیث پیش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''انصر أخاک ظالمًا أو مظلومًا''۔ اور اس حدیث کی تشریح فرمائی۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے عالمانہ انداز میں خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میرا اور مدرسہ کا اختلاف اجتہادی تھا؛ لہٰذا طلبہ اس میں حصہ نہ لیں، اور اپنے اسباق میں شغل جاری رکھیں۔ جلسہ کے اخیر میں حافظ احمد صاحب نے

مفتی کفایت اللہ صاحب کے ذریعہ طلبہ کو اعلان کروایا کہ طلبہ مطبخ سے کھانا لے لیں اور اسٹرائک ختم کریں۔

جلسہ ختم ہونے پر طلبہ ''دارالعلوم'' آئے تو وہاں مولانا حبیب الرحمٰن نے دارالحدیث میں جلسہ بلایا اور کہا کہ شاہ صاحب اور مولوی شبیر کو چاہیے کہ مجھ سے پوچھ لیں اور کام کریں، اور جو حقیقتِ حال معلوم نہ ہو مجھ سے وضاحت کرلیں، انہیں یہ ہنگامہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس دوران علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی لاٹھی لے کر مولانا حبیب الرحمٰن کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ آپ کو حق ہے کہ اس سے مجھے ماریں، اکابر نے جو فیصلہ کیا ہے منظور ہے، پھر ایسا نہ ہوگا۔

چناں چہ اس واقعہ کا طلبہ پر بہت اثر ہوا؛ لیکن مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ دوسرے راستے سے چلے اور مہتمم صاحب دوسرے دروازے سے-فرمایا کہ جلسہ کے بعد مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ شاہ صاحب کے مکان پر گئے، اور شاہ صاحب سے کہا کہ ابا جان (حافظ احمد صاحب) اور چچا جان (مولانا حبیب الرحمٰن) کی آپس میں لڑائی ہوگئی؛ چناں چہ شاہ صاحب کے ذہن میں یہ آیا کہ مولانا حبیب الرحمٰن میرے اسباق پڑھانے پر ناخوش ہیں؛ چناں چہ شاہ صاحب دوسرے دن درس میں نہ آسکے تو طلبہ میں بے چینی پھیل گئی، کیوں کہ اس ہنگامہ کے دوران حکیم مسعود احمد گنگوہی نے مفتی عزیز الرحمٰن سے بھی استعفا لیا تھا، جب کہ میاں اصغر حسین صاحب حج پر گئے تھے اور وہاں سے بیت المقدس بھی جانے والے تھے، اسباق کا ایسا تعطل زیادہ ہوا اور ہنگامہ دوبارہ شروع ہوا۔



فرمایا کہ اس دوران مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ دیوبند آئے تھے اور حضرت شیخ الہندؒ کے مکان میں مقیم تھے، اس وقت تک حضرت مدنیؒ نہ تو ''دارالعلوم'' کے ممبرِ شوریٰ تھے اور نہ ہی استاذ تھے؛ بل کہ سلہٹ میں پڑھایا کرتے تھے اور سال میں ایک دو مرتبہ گنگوہ اور دیوبند آکر چند دن ٹھہرتے۔ اس موقع پر حضرت مدنیؒ بھی دیوبند میں مقیم تھے؛ چناں چہ مہتمم صاحب نے حضرت مدنیؒ کے ہاں آکر عرض کیا کہ حضرت! یہ ہنگامہ ہوا ہے اور طلبہ اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں؛ اس لیے کسی طرح طلبہ کو مشغول کرلیں، فرمانے لگے کیسے؟ مہتمم صاحب نے فرمایا کہ کوئی کتاب شروع کرا دیجیے۔ حضرت مدنیؒ فرمانے لگے کہ میں تو مسافر آدمی ہوں، چند دن کے لیے رہا ہوں اور اب سلہٹ جاؤں گا، لیکن مہتمم صاحب کے اصرار پر حضرت مدنیؒ نے مولانا نانوتویؒ کی کتاب ''تقریر دلپذیر'' شروع کی جس میں طلبہ نے دلچسپی لی۔

اس دوران بعض طلبہ اِدھر اُدھر پھرتے تھے، منشی رحمت علی نے مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن کو رپورٹ کردی کہ اسٹرائک کرنے والے طلبہ عارضی درس میں بھی طلبہ کو شریک نہیں ہونے دیتے اور اسباق میں خلل ڈالتے ہیں؛ چناں چہ مولانا حبیب الرحمٰن غصہ کے عالم میں آئے اور ''دارالشوریٰ'' سے ہیبت ناک نعرے لگا کر کہنے لگے کہ نکلو دارالعلوم سے؛ چناں چہ مولانا یحییٰ کے ہاں جا کر کہا کہ فنا ہو جاؤ(۱)، مولوی بدر عالم کو کہا کہ چلے جاؤ، منشیوں سے کہا کہ ہڑتالیوں کو نکالو اور ان سے کہا کہ جاؤ شاہ صاحب کے پاس کہ تم یہاں سبق نہیں پڑھا سکتے، جب شاہ صاحب کو یہ خبر پہنچی تو وہ سمجھے کہ اب مصالحت مشکل ہے۔

(۱) مراد مولانا یحییٰ صاحب صدیقی تھانویؒ، سابق استاذ جامعہ ڈابھیل، خویش و خادمِ خاص حضرت علامہ کشمیریؒ۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حضرت شاہ کشمیریؒ سے کہا کہ چلیں جامع مسجد میں درس شروع کرتے ہیں، ''دارالعلوم'' کی کتابیں تو طلبہ کے پاس ہی ہیں، اور یہ کتابیں وقف ہیں؛ لہٰذا طلبہ یہ کتابیں ساتھ لے جا سکتے ہیں، شاہ صاحب کہنے لگے کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

اس دوران مولانا ظفر علی خان نے اپنے اخبار ''روز نامہ زمیندار'' میں اس نزاع پر مضامین لکھے جو شاہ صاحبؒ کی حمایت میں تھے حتی کہ مولانا حبیب الرحمٰن کو ''نواب حبیب الرحمٰن'' لکھا۔ اس طرح مولانا محمد علی جوہر بھی دیوبند آئے جو بظاہر اہتمام کے خلاف تھے، اور ایک دفعہ تو حضرت مدنیؒ سے شیخ الہندؒ کے مکان پر کہنے لگے کہ آپ نے مہتممین کی حمایت کیوں کی ہے؟ حضرت مدنیؒ نے جواب میں فرمایا کہ ان حضرات کے دورِ اہتمام میں ''دارالعلوم'' کو جو عروج حاصل ہوا ہے وہ اس سے پہلے کسی دور میں نہیں ہوا، اور فرمایا کہ حضرت آدمؑ نے جب جنت میں دانہ کھالیا تو جنت سے نکال دیے گئے؛ لیکن اس سے فائدہ یہ ہوا کہ ان کی اولاد سے بہت سے انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے۔

اس دوران اہتمام والے حضرت مدنیؒ کے یہاں آئے اور کہا کہ آپ یہاں دورۂ حدیث کے طلبا کے لیے ''ترمذی شریف'' اور ''بخاری شریف'' شروع کریں؛ لیکن حضرت مدنیؒ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ دو باتیں ہیں: ایک تو یہ کہ میں سلہٹ سے آیا ہوں اور وہاں پڑھا رہا ہوں؛ اس لیے وہ ناراض ہوجائیں گے، دوسرے یہ کہ شاہ صاحب خفا ہوجائیں گے۔ بہر حال اہتمام والوں نے حضرت مدنیؒ کو مجبور کیا اور



''مسلم شریف'' ان کے حوالے کی۔ اس سے قبل ''مسلم شریف'' مولانا رسول خان صاحب پڑھا رہے تھے، ان سے ''مسلم شریف'' لے کر ''ابوداؤد'' دے دی۔ حضرت مدنیؒ کے تین دنوں تک مسلسل انکار کے باوجود اہتمام والوں کے اصرار پر ''مسلم شریف'' کا درس شروع کیا، حضرت مدنیؒ کے درس کا انداز خصوصی اہمیت کا حامل تھا، خود سامنے کتاب نہ رکھتے اور ایک خاص خطبہ سے درس شروع کرتے، طلبہ عبارت پڑھتے اور حضرت مدنیؒ کتاب دیکھے بغیر تشریح کر دیتے؛ لہٰذا طلبہ بہت زیادہ خوش ہوئے۔

دوسری طرف حضرت شاہ کشمیریؒ نے انکار فرمایا؛ مگر طلبہ کے شدید اصرار پر صرف ''مؤطا امام مالک'' شروع کی جو آپ مسجد خانقاہ میں پڑھاتے تھے۔ بعد ازاں کسی نے مفاہمت کی کوشش نہ کی اور نہ کوئی مطالبہ منظور ہوا اور شاہ صاحب کا استعفا منظور کرلیا گیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے مطالبات میں دو مطالبے اہم تھے:

۱۔ ایک یہ کہ ارکان شوریٰ میں تین اراکین کو شامل کیا جائے جو حضرت مدنیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تھے۔

۲۔ دوم یہ کہ اہتمام حضرت نانوتویؒ کی اولاد اور پوتوں میں ہو اور چند شرائط کے ماتحت ہو، وہ یہ ہیں کہ جید عالم ہوں، تجربہ کار ہوں، مدبر ہوں اور مجلس شوریٰ کا مشورہ تسلیم کریں۔

ایک موقع پر شاہ صاحب نے تقریر کے دوران فرمایا کہ:

''بڑوں میں حافظ احمد سے زیادہ کوئی محترم نہیں، اور چھوٹوں میں مولانا قاری محمد طیب سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔'' مزید فرمایا کہ ''یہ اختلافات ''دارالعلوم''

کی ترقی اور استحکام کے سلسلہ میں اجتہادی کوششوں کے مطابق تھے، جس سے کسی کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔"

فرمایا کہ اس سال پشاور میں "جمعیۃ علمائے ہند" کا جلسہ ہوا جس کی صدارت حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے کی۔ فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ بیمار بھی تھے اور حالات بھی خراب تھے؛ لہٰذا وہ گوشۂ عافیت تلاش کرنے لگے، اُن دنوں دوجگہوں سے دعوت آگئی، لاہور سے ڈاکٹر اقبال نے دعوت دی کہ "انجمن حمایت اسلام" کی صدارت سنبھالیں اور اسلامیات کا درس بھی دیں، اور ساتھ ہی شاہی مسجد لاہور کی خطابت بھی کریں۔

دوسری جانب مدرسہ فتح پور دہلی سے تدریس کا دعوت نامہ آیا؛ لہٰذا شاہ صاحبؒ نے مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے مشورہ لیا، انہوں نے فرمایا کہ میں مدرسہ فتح پوری کا ممبر بھی ہوں، لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ وہاں نہ جائیں کیوں کہ یہ انگریزی خواں لوگوں کا مدرسہ ہے، یہ بے ادب ہوتے ہیں، ان کے ساتھ وقت گزارنا مشکل ہے؛ لہٰذا حضرت کشمیریؒ نے اُن مشوروں پر عمل کیا اور وہاں جانا پسند نہیں کیا۔ اور بعد میں فرماتے کہ یہ تو میں نے اچھا کیا کہ مفتی صاحبؒ کے مشورہ پر عمل کیا، فتح پوری والے تو صرف مجھے لینا چاہتے تھے، میرے ساتھ جو باقی مدرسین ہیں ان کا بھی انتظام کرنا پڑتا۔

فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا اپنا ارادہ کشمیر جانے کا تھا؛ لیکن اس دوران شاہ صاحبؒ کے شاگرد مولانا محمد بن موسیٰ سملکیؒ (۱) آئے اور کہا کہ ڈابھیل چلیں، اس

(۱) مولانا محمد میاں ابن موسیٰ میاں سملکیؒ سملک کے باشندے تھے۔ خاندانی طور پر زمین وجائداد کے مالک ..........



کے بعد سیٹھ یوسف گارڈی بھی آئے اور وہاں جانے کا اصرار کیا، شاہ صاحبؒ نے مفتی کفایت اللہؒ اور مفتی عزیز الرحمنؒ سے مشورہ لیا، ان دونوں نے وہاں جانے کا مشورہ دیا۔ مولانا عزیر گل صاحب نے حاجی محمد بن موسیٰ سے کہا کہ آپ کی بات تو ٹھیک ہے؛ مگر میں ان کی ذات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ ڈابھیل کا مدرسہ "تعلیم الدین" کے نام سے مشہور تھا، یہاں مولوی عبدالجبار پشاوری پڑھاتے تھے، بعد میں شاہ صاحب نے اس مدرسہ کا نام "جامعہ اسلامیہ" رکھا جو اسی نام سے آج تک مشہور ہے۔

ڈابھیل کا یہ مدرسہ شاہ صاحب کی وجہ سے کامیاب ہوا اور بہت سے جید علما نے شاہ صاحب سے دورۂ حدیث پڑھا، بمبئی اور احمد آباد کے علما بھی فیض یاب ہوئے، ان کے ساتھ مولانا شبیر احمد عثمانی "ترمذی" اور مولانا سراج احمد "ابوداؤد" پڑھاتے تھے۔

(بشکریہ ماہ نامہ "الحق" اکوڑہ خٹک جلد ۲۲/شمارہ ۵/جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ/فروری ۱۹۸۷ء)

.....ان کے والد افریقہ منتقل ہوگئے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ نے وہ دولت عطا فرمائی کہ دوکان، مکانات، فیکٹریاں؛ بلکہ سونے کی کان تک کے مالک رہے۔ مولانا نے "دارالعلوم دیوبند" سے ۱۳۴۴ھ میں فراغت پائی۔ آپ ہی "مجلس علمی" (سملک و کراچی) کے بانی تھے۔ آپ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کے سعید ترین اور رشید ترین تلامذہ میں سے تھے۔ شاہ صاحبؒ سے عشق تھا، اپنے دور کے اکابر میں سے خاص عقیدت اور مناسبت حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے تھی۔ جن حضرات کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ دین یا علمِ دین کی فلاں خدمت کررہے ہیں، ان کو بڑے اکرام کے ساتھ مسلسل ہدیے بھیجتے تھے۔ ۱۳۸۲ھ کو جنوبی افریقہ (جوہانسبرگ، ٹرانسوال) میں دارِ فانی سے دارِ بقا رحلت فرماگئے۔

اللّٰھم اغفرلہ وارفع درجتہ ! (ماہنامہ الفرقان ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ) حضرت کاپودروی دامت برکاتہم

## شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور علامہ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ

# چند یادیں

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف صاحب نے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے متعلقہ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا ظفر احمد عثمانی کو علم روایت اور درایۃ الحدیث میں خاص مقام حاصل ہے، علوم عربیہ میں بھی فائق تھے جب کہ ''ندوۃ العلما'' کے علما تو عربی نظم اور نثر میں ان سے زیادہ متاثر تھے۔

فرمایا کہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے رشتہ دار تھے اور ان سے قریبی تعلق تھا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ جب کان پور وغیرہ میں مدرس تھے تو مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ بھی ہمراہ مدرس تھے۔ ان کی تصانیف میں تو ''اعلاء السنن'' نے عالم اسلام سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ فرمایا کہ علامہ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے جب ''اعلاء السنن'' کا مطالعہ کیا تو مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے بہت زیادہ معتقد ہوئے، اسی وجہ سے تو علامہ کوثری فرماتے کہ علمائے ہندوستان نے فقہ حنفی اور احادیث سے استنباطِ مسائلِ حنفیہ کی جو خدمت کی ہے عصرِ حاضر میں پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں، وہ یہاں کے علما کے بہت زیادہ معتقد تھے، ان میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ بھی شامل ہیں۔



فرمایا کہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اور خواہر زادہ تھے؛ لیکن ان سے خلافت واپس لے لی تھی۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے خلافت واپس لینے کی وجہ یہ بیان کی کہ آپ لوگوں کی تربیت نہیں کر سکتے، آپ میں علم کا نشہ ہے، اور انہیں بتایا کہ آپ کو خلافت سے مصلحتاً معزول کیا ہے؛ لیکن حضرت تھانویؒ سے آپ کی رفاقت پھر بھی قائم رہی اور وفات سے قبل ہی بلایا بھی تھا، ان سے خانگی مشورے لے لیتے اور وفات پائے تو جنازہ بھی علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے پڑھایا۔

علامہ محمد زاہد الکوثریؒ نے جب ان کی کتاب ''اعلاء السنن'' کا مطالعہ کیا تو انہیں ''رجلِ غیور'' اور ''روایات اور درایات میں ماہر'' تسلیم کیا(۱)۔

فرمایا کہ علامہ محمد زاہد الکوثریؒ مصر میں رہتے تھے، لیکن دراصل یہ ایک ترکی عالم تھے اور مصر اس طرح ہو آئے کہ مصطفیٰ کمال اتاترک نے ترکیہ کے بہت سے علما کو ایک کشتی میں سوار کر کے سُمندر میں ڈبو دیئے، لیکن علامہ زاہد الکوثریؒ سے کہنے لگا کہ ''آپ ایک ایسے عالم ہیں کہ قتل نہیں کر سکتا، کسی دوسری حکومت کو حوالہ کروں گا، چناں چہ حکومتِ مصر نے ان کا مطالبہ کیا تو حکومتِ ترکیہ نے انہیں مصری حکومت کے حوالہ کر دیا اور وہ مصر میں اقامت پذیر رہے۔

فرمایا کہ علامہ کوثریؒ ایک علمی مزاج کی شخصیت تھے اور مجدد الف ثانیؒ کے بہت معتقد تھے(۲)۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے تبحر علمی کے قائل تھے، لیکن بعض اشیا میں

---

(۱) مقالاتِ کوثری مع الحاشیہ: ۶۹ ...... (۲) چناں چہ علامہ نے حضرت مجدد صاحبؒ کی سوانح ''الروض الناضر الوردي في ترجمة الإمام الرباني السرهندي'' کے نام سے بھی لکھی ہے۔ یہ موصوف کی واحد کتاب ہے جو براہِ راست ترکی زبان میں لکھی گئی۔ (مقالات الکوثری: ۴۵۱)

ان پر تنقیدات بھی کی ہیں۔اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض غیر مقلدین نے ان کے مضامین سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے؛ مگر خاندانی سلسلہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے وابستہ ہے، ابتدا میں اور پھر آخر میں حنفی مذہب میں مضبوط رہے، درمیانی حالت میں جب حرمین شریفین گئے تو وہاں شیخ ابو طاہر مدنیؒ سے صحاح ستہ پڑھ کر ان کا اثر ہو گیا۔ شیخ ابو طاہر مدنیؒ کا مزاج فلسفیانہ تھا اور علمِ حدیث سے منطقیانہ اور فلسفیانہ انداز میں تعبیرات فرماتے، یہ سب کچھ ان کا اثر تھا؛ اگر چہ خود ابو طاہر مدنیؒ نے کہا تھا کہ آپ نے الفاظِ حدیث مجھ سے لیے اور معانی میں نے آپ سے لے لیے۔(۱) پھر جب دوبارہ حرمین گئے تو مذہبِ حنفی میں محقّق ثابت ہوئے اور بقول علامہ کوثری رحمہ اللہ غیر مقلد طائفہ والے خائب اور خاسر ہوئے جو قبل ازیں ان کے مضامین سے عدمِ تقلید میں استدلال کا استفادہ کرتے تھے(۲)۔

فرمایا کہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ جب مصر گئے تو علامہ کوثری رحمہ اللہ سے ملاقات کرتے، اس ملاقات میں محبت سے ملتے اور علمائے دیوبند کا تذکرہ کرتے اور پوچھتے، اس وقت حضرت بنوریؒ نے علمائے دیوبند کی تصانیف میں سے ”بذل المجہود شرح ابوداوٗد“ اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی ”اعلاء السنن“ کے نسخے پیش کئے۔

فرمایا کہ اس وقت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے علامہ کوثری رحمہ اللہ سے سندِ اجازت لی تھی، حضرت تھانویؒ نے اس اجازت نامہ کا ذکر ”سبع سیّارہ“ میں کیا ہے، جب کہ علّامہ کوثری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”**التحریر الوجیز في ما**

(۱) قال أبو طاهر: إنه يسند عني اللفظ و كنتُ أصحح عنه المعنى. (نزہۃ الخواطر:۶/۴۱۶)

(۲) مقالاتِ کوثری مع الحاشیہ:۳۱۴، ۳۱۵، ط- دار السلام القاہرہ۔



**يبتغيه المستجيز**“ میں اس کا ذکر کیا ہے(۱)۔

فرمایا کہ میں نے بھی علامہ کوثری رحمہ اللہ سے بواسطہ حضرت بنوریؒ اجازت حدیث طلب کی تھی تو علامہ کوثریؒ نے اجازت دی، اس طرح وہ میرے بھی شیخ ہیں۔ فرمایا کہ علامہ کوثریؒ قاہرہ میں مقیم تھے تو ”جامعہ ازہر“ والے ان سے مشورہ لیتے تھے لیکن علامہ کوثریؒ ”جامعہ ازہر“ میں نماز نہیں پڑھتے تھے، لوگ پوچھتے کہ کیوں؟ تو جواب دیتے کہ علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے کہ: **جامع أزهر لمسجدٌ أسس على غير التقوى من أول يوم** ہے کہ اس کا بانی شیعہ تھا اسی وجہ سے وہ اس میں نماز نہیں پڑھتے تھے؛ چناں چہ میں بھی وہاں نماز نہیں پڑھتا ہوں۔ فرمایا کہ علامہ زاہد الکوثریؒ نے چند اشعار لکھے تھے اور وصیت کی تھی کہ وفات کے بعد اِن اشعار کی تختی اُن کی قبر پر نصب کی جائے جو یہ تھے(۲):

**يا واقفا بشفير اللحد معتبرا    قد صار زائرا أمس اليوم قد قبرا**
**فالموت حتم فلاتغفل و كن حذرا    من الفجاءة و ادعُ للذي عبرا**
**الزاهد الكوثري ثاو بمرقده    مسترحمًا ضارعًا للعفو منتظرا**

فرمایا کہ ”مقالاتِ کوثری“(۳) میں ان کا یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرنِ عاشر میں ہندوستان کے علما پر یہ عنایت فرمائی ہے کہ علوم دینیہ اور خصوصاً علمِ حدیث کی خدمت ان سے لی ہے۔ اپنے ان مقالات میں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے لے کر شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تک اور بعد میں علمائے دیوبند تک کا تذکرہ کیا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ ”النصیحۃ“ چارسدہ: ج۲/ش۹ رمضان ۱۴۰۷ھ/مئی، جون ۱۹۸۷ء)

(۱) التحریر الوجیز:۳۱    (۲) مقالات الکوثری:۴۳۴    (۳) مقالاتِ کوثری:۶۷، ۶۸

نواں باب:

# گلہائے عقیدت

## حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ(۱)

از مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب پشاور کے علاقے کے باشندے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں واقفیت نہ ہوسکی؛ البتہ اعلیٰ تعلیم ''دار العلوم دیوبند'' میں ہوئی، اپنی محنت اور قابلیت کے سبب اساتذہ کے منظورِ نظر بن گئے۔ خصوصا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدّس سِرّہٗ کی نظرِ عنایت کے مستحق ہو گئے۔ حضرت مولاناؒ بھی حضرت شیخ الاسلامؒ کے فدا کاروں میں تھے۔ حضرت کے مجاہدات اور خدمات کا بہت وقیع الفاظ میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ''دارالعلوم'' سے فارغ ہوکر روڑکی کے مدرسے میں حدیث شریف کے استاذ بن کر گئے اور وہاں سے ڈابھیل تشریف لائے۔ بہت جید الاستعداد اور خوش مذاق عالم تھے، طبیعت میں سلیقہ مندی اور نفاست اعلیٰ درجہ کی تھی۔

بندے نے مختصر المعانی، مشکاۃ شریف، مسلم شریف اور بخاری شریف جلد ثانی آپ ہی سے پڑھی۔ مولانا کی استعداد بہت پختہ تھی؛ اس لیے طالبِ علموں کے اعتراضات پر کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے تھے؛ بلکہ فوراً الزامی اور پھر تحقیقی

(۱) یہ مضمون حضرت مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم کی مقبول کتاب ''رشد و ہدایت کے مَنار'' سے بطور اضافہ شامل کیا جارہا ہے۔ (مرتب)



جواب سے مطمئن کر دیتے۔ اگر دو چار دن ایسے گزرے کہ کسی طالبِ علم نے کوئی سُوال نہ کیا تو فرماتے تھے ''مُردے کی طرح کیا بیٹھے ہو، کچھ پوچھو تو سہی تاکہ تمہارے سینگ توڑوں''۔

کھانے پینے کا ذوق بھی اعلیٰ تھا، ہمیشہ خالص دیسی گھی میں سالن تیار کراتے اور چائے بھی عمدہ نوش فرماتے تھے۔ چائے بنانے اور کھانے کا نظم کرنے کی ذمہ داری احقر کے ذمہ تھی؛ اس لیے روزانہ صبح شام کمرے پر حاضری ہوتی تھی۔

حضرت مولانا یوسف بَنوریؒ سے گہرا تعلق تھا، حضرت بنُّوریؒ بھی اکثر کمرے پر تشریف لاتے اور علمی گفتگو ہوتی۔ حضرت بنوریؒ کے مشورے سے عالمِ اسلام کے مشہور عالم شیخ محمد زاہد الکوثریؒ سے بھی خط وکتابت شروع فرمائی، اور شیخ نے حدیثِ پاک کے متعلق چند سُوالات بھیجے تو مولانا عبدالرؤف صاحب نے تشفی بخش جواب تحریر فرمائے۔ اس کے بعد شیخ محمد زاہد الکوثریؒ نے ان کو اپنی اجازتِ حدیث عنایت فرمائی۔ مولاناؒ نے شیخ کوثریؒ کا گرامی نامہ پڑھ کر سنایا تھا۔ اس کا ایک جملہ اب تک حافظہ میں محفوظ ہے، شیخ الکوثریؒ نے منجملہ اور نصائح کے لکھا تھا کہ ''كن في الفتنة كابن اللبون لا ضرع فيحلب و لا ظهر فيركب''.(۱)

ایک بار خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کسی نائی کو دیکھا ہے کہ دوسرے کے اوزار لے کر حجامت بناتا ہو؟ عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا بڑھئی کو دیکھا ہے کہ دوسرے کے اوزار لے کر فرنیچر بناتا ہو؟ عرض کیا نہیں۔ اس کے بعد فرمایا تو پھر مولوی کیوں

(۱) یہ جملہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی سندِ حدیث میں صفحہ نمبر ۳۲/ پر گزر چکا ہے۔

دوسروں کی کتابیں لے کر پڑھتا ہے، اور تاکید فرمائی کہ فقہ، ادب، حدیث شریف، تفسیر کی ضروری کتابیں خریدنے کی عادت رکھو؛ تاکہ آہستہ آہستہ کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہو سکے۔ حضرت رحمہ اللہ کی اس نصیحت کا اثر ہوا اور پھر کتابیں خریدنا اور انہیں محفوظ کرنا شروع کیا جس سے مجھے مدرسہ میں اور گھر پر بہت نفع پہنچا۔

حضرت قرآنِ مجید بھی بہت صحت اور خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ مدرسہ میں اکثر فجر کی نماز کی امامت فرماتے۔ کمرے پر عِشا کے بعد باہر تشریف رکھتے تو عربی اشعار گنگناتے رہتے۔ عربی زبان کے یہ اشعار اکثر سنا کرتا ؂

**أمرُّ علی الدیار دیار لیلٰی　　أقبل ذا الجدار و ذا الجدار**

**و ما حب الدیار شغفن قلبي　　ولکن حب من سکن الدیار** (۱)

ڈابھیل کے بعد پاکستان تشریف لے گئے، اور اکوڑہ خٹک اور دیگر مدارس میں حدیث شریف کا درس جاری رکھا۔ ''دارالعلوم دیوبند'' کے صدسالہ اجلاس میں دیوبند تشریف لائے تھے، بس یہ اس دنیا میں آخری ملاقات تھی اس کے بعد اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے۔

**اللّٰھم اغفر له و ارحمه و سکنه في الجنة !**

(۱) دیوان الصبابۃ



دسواں باب:

# مکتوباتِ اکابر

## مکاتیب شیخ الاسلام رحمہ اللہ

نوٹ: حضرت مدنی رحمہ کا ایک یادگار مکتوب شیخ الحدیث صاحبؒ کے نام اوپر عنوان ''بیعت وسلوک'' کے تحت بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول درج کیا جا چکا ہے۔

ملک کے مشہور علم وادب کا خزینہ مؤقر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک میں بہت عرصہ قبل شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمہما اللہ کے غیر مطبوعہ خطوط بنام شیخ الحدیث صاحبؒ شائع ہوئے تھے، ماہنامہ ''الحق'' کے شکریہ کے ساتھ ان کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

محترم المقام زید مجدکم ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ باعثِ عزت افزائی ہوا، یادآوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ بعد نماز عشاء ۱۷ر مرتبہ سورۂ الم نشرح اور اول آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سینہ پر دم کرلیا کریں، اور سوتے وقت چاروں قل پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر دونوں ہاتھ پھیر لیا کریں، اور اس کے بعد کسی سے بات نہ کریں۔ مولوی ایوب صاحب میرے ساتھ نہیں ہیں، وطن میں مولوی یوسف صاحب کے پاس ہیں۔

دعواتِ صالحہ اور کار لائقہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ جملہ واقفین حضرات، پرسانِ حال کی خدمت میں سلام مسنون عرض کردیں۔

۲۷؍رمضان ...... (لفافہ پر دسمبر ۱۹۳۵ء کی مہر ہے)

☆☆☆☆☆

محترم المقام زید مجدکم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج مبارک! والا نامہ مؤرخہ ۲۱؍جمادی الاول باعث سرفرازی ہوا، یاد آوری کا شکرگزار ہوں۔ بعض اوامر کے امتثال کا قصد ہے۔ ۲۵؍فروری کی شب میں کوسمبہ دہرہ دون بمبئی ایکسپریس سے انشاء اللہ پہنچوں گا۔ کوسمبا، سورت، راندیر، واپی ایک ایک دن قیام کرکے ۲۸؍فروری کی صبح کو بمبئی پہنچوں گا، اور وہاں دو دن قیام کرکے یکم کی شام یا دوم کی صبح واپس ہو جاؤں گا۔ زیادہ کہیں جانے کی وسعت نہیں ہے؛ اگرچہ مطالبہ پندرہ بیس جگہوں سے ہے۔ واقفین پرسانِ حال کی خدمت عالیہ میں سلام مسنون عرض کردیں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

۲۴؍جمادی الاول ۷۲ھ

☆☆☆☆☆

محترم المقام زید مجدکم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف! والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ خیر وعافیت سے آپ کی واپسی موجبِ مسرت ہوئی۔ صوبہ سرحد کے لیے طلبہ کا وفد اب جا چکا ہے۔ الخیر فیما وقع! مولانا نافع گل صاحب رئیس الوفد ہیں ہی، جو مناسب ہو کریں۔ آپ



کے حسبِ ارشاد دعا کرتا ہوں۔ مشرقی کے فتنۂ الحاد و دہریت کے لیے امرتسر سے مولانا بہاؤالدین صاحب قاسمی کے رسائل بہت مفید ہیں، ان کو سرحد میں بھجوائیے۔

دعواتِ صالحہ سے اس روسیاہ ننگِ اسلاف کو فراموش نہ فرمائیں۔ واقفین پرسان حال سے سلام مسنون کہہ دیجیے۔ والسلام۔

مولانا محمد جلیل صاحب سلام مسنون فرماتے ہیں۔ قاری صاحب اس سال ساتھ نہیں ہیں۔ موزہ بحمد اللہ اچھا نکلا، ان دنوں اس کو استعمال کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(۱۲؍رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ)

☆☆☆☆☆

محترم المقام زید مجدکم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف! آپ کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ بحمد اللہ میں بالکل خیر و عافیت سے ہوں۔ صرف راستہ میں لکھنؤ میں کچھ معمولی سی شکایت دردِ گردہ کی محسوس ہوئی تھی، جو کہ درجۂ ضبط سے بڑھی ہوئی نہ تھی، پھر آج تک نہیں ہوئی، دوائیں استعمال کر رہا ہوں۔

طبیعت کو پریشان رکھنا نہ چاہیے، بالخصوص ذکر و مراقبہ میں تو ہرگز کمی نہیں ہونی چاہیے۔ قبض وبسط بھی طاری ہوتے رہتے ہیں اور معاصی کی شامت بھی اپنا رنگ دکھاتی رہتی ہے، بہرحال استغفار کی کثرت رکھیے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔ مولانا جلیل صاحب بخیریت ہیں، سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ قاری صاحب

اپنے مکان ہی پر بیماری کی وجہ سے رہ گئے تھے، اسعد بخیریت ہے(۱)۔ وہاں سب حضرات سے سلام مسنون عرض کردیں۔ والسلام!

۳۰ ر رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

☆☆☆☆☆

محترم المقام زید مجدکم ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج مبارک۔ والا نامہ مؤرخہ ۳ رشوال باعثِ سرفرازی ہوا۔ مطلع سخت ابر آلود ہونے کی وجہ سے یہاں عید سہ شنبہ کی ہوئی، بعض دوسرے مقامات میں دوشنبہ کی ہوئی۔ میرے پیر پر ورم نہیں تھا، بلکہ گھٹنے میں تکلیف تھی، اس کا علاج کیا گیا، قدرے افاقہ ہوگیا ہے؛ مگر گھٹنوں میں جو ضعف شدید پیدا ہوگیا ہے- جس کی وجہ سے زیادہ کھڑا رہنا اور رکوع سے سجدہ میں جانا اور سجدہ سے اٹھ کھڑا ہونا بغیر دونوں ہاتھوں کے ٹیکنے کے ناممکن ہوگیا ہے- وہ باقی ہے......ع......پیری وصد عیب چنیں گفتہ اند

اور ہر طرح سے بخیر وعافیت ہوں، میں آج شب میں یعنی ۲۶ رجولائی کی شب میں مع متعلقین دیوبند کو روانہ ہورہا ہوں۔ انشاء اللہ ۲۸ رجولائی کو دیوبند پہنچ جاؤں گا، اگر ممکن ہو تو تین پونڈ چائے سبز اعلیٰ درجہ کی ہمراہ لیتے آئیے بشرطے کہ سب کی قیمت لینی ہوگی، چائے ٹین کے ڈبہ میں بند ہونی چاہیے تاکہ برسات کی ہواؤں کا اثر نہ پہنچے۔ مولانا رجب خان صاحب اور مولانا محمد صاحب پانڈور سملکی (۲) بخیریت

(۱) اس سے مراد فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحبؒ ہیں۔

(۲) مولانا محمد پانڈور صاحب سملکیؒ: تقریباً ۱۹۲۳ء میں بمقام جنوبی افریقہ ولادت ہوئی۔........................



اور ساتھ ہیں، سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ پشاور اور اطراف کے واقفین پرسانِ حال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض کردیں۔ والدہ صاحبہ دام مجدہُا اور اہلیہ محترمہ سے بھی سلام مسنون اور استدعائے دعواتِ صالحہ عرض کردیں۔ والسلام

قاری اصغر علی صاحب سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

(مؤرخہ ۸ رشوال ۱۳۶۹ھ)

☆☆☆☆☆

إلٰى مَ طَمَاعِيَةُ الْعَاذِلِ ☆ وَلَا رَأْيَ فِي الْحُبِّ لِلْعَاقِلِ (۱)

محترم المقام زید مجدکم ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ مؤرخہ ۷ رمحرم باعث سرفرازی ہوا تھا، مختلف اسباب وموانع کی وجہ سے عدیم الفرصتی نے آپ کو اور مولانا محمد یوسف صاحب (۲) کو عریضہ لکھنے میں قاصر

......... ''دارالعلوم دیوبند'' سے فراغت حاصل کی۔ حضرت مدنیؒ کے خادمِ سفر وحضر رہے۔ حضرت رائے پوریؒ سے بیعت کی۔ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی معیت میں تبلیغ میں شرکت فرمائی۔ ان کے انتقال کے بعد ''جامعہ ڈابھیل'' میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مجلسِ خدام الدین کے ذمے داروں میں سے تھے۔ بعدہٗ کتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد کے مخطوطات کی ترتیب وتہذیب میں مشغول رہے۔ آخر میں افریقہ تشریف لے گئے، اور وہاں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے، بالآخر ۳۰ راگست ۱۹۹۶ء شبِ جمعہ میں انتقال فرمایا اور یہ آفتاب علم وفضل افریقہ کی سرزمین میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔ رحمه الله تعالىٰ رحمةً واسعةً!

(۱) متنبّی: ۲/ ۱۷، ط- دارالکتب العلمیہ بیروت، شعر کا مطلب یہ ہے کہ کب تک ملامت کرنے والا اپنی بات سننے کے بارے میں (یعنی محبت ترک کرنے کے بارے میں) امید میں رہے گا؛ حالاں کہ محبت کے سلسلے میں عاقل کا اختیار نہیں چلتا ہے، وہ تو بے اختیار ہوجاتی ہے۔ (شرح دیوان المتنبی للعکبری: ۳/ ۱۷۶)

(۲) اس سے مراد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ ہیں۔

رکھا، اس درمیان میں مولانا محمد یوسف صاحب کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ انہوں نے اپنے والدین ماجدین کا عذر دربارۂ رجوع پاکستان ذکر کیا، نیز یہاں سے پرمٹ کی مشکلات بھی دکھلائیں، یہ دونوں چیزیں غیر اختیاری ہیں۔ ادھر والدین کی اطاعت کی فرضیت بھی قابل انکار نہیں ہے؛ اس وجہ سے میں نے لکھ دیا ہے کہ ان احوال میں آپ کو روکا نہیں جا سکتا، وہ خود ہم سے زیادہ صاحب علم وفکر ہیں، وہ اپنے فیصلہ پر خود غور فرما سکتے ہیں۔ وہ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ ان کے یہاں سے جانے میں اسلام اور مسلمانوں کا زیادہ نقصان ہے یا یہاں رہنے میں، آپ حضرات وہاں موجود ہیں ان کو سمجھائیے؛ مگر میں ان کی تحریر پر کوئی دوسری رائے کیوں کر دے سکتا تھا۔
میرے محترم! اگر وہ میزانیۂ غور وفکر میں ترجیح وہاں جانے ہی کو دیتے ہیں تو پھر ان کو روکنا غلط ہے، وہ وہاں گجرات وغیرہ کے احوال کے مشاہدہ کرنے والے ہیں، اور ممکن ہے کہ وہاں جا کر ماحول وغیرہ کو دیکھ کر اپنے فیصلہ سے رجوع فرمائیں۔ بنابریں میں یہ عرض کروں گا کہ آپ میری طرف سے ان کی خدمت میں بعد سلام مسنون عرض کر دیں کہ وہ اس وقت ''جامعہ ڈابھیل'' سے عارضی طور پر اختتام سال تک رخصت لیں اور وہاں جا کر احوال پر غائرانہ نظر ڈالیں، اگر دین وملتِ اسلامیہ کے لیے وہاں ہی ٹھہرنا انسب اور ارجح معلوم ہو تو مستقل قیام فرمائیں؛ ورنہ پھر یہاں واپس آجائیں، اور اگر بالفرض وہاں ہی ان کا قیام ہو جائے تو آپ حضرات کو وہ جگہ جہاں پر وہ آج جلوہ افروز ہیں سنبھالنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تنکے سے وہ کام لے لیتا ہے جو کہ پہاڑ انجام دیتے تھے۔ یہ خیال کہ ہم اس جگہ کو سنبھال نہیں سکتے ہیں غلط ہے، مجھ



ہی کو دیکھئے میں کب اس قابل تھا کہ حضرت شیخ الہند اور حضرت شاہ صاحب قدّس اللہ اسرارَہما کی جگہ کو سنبھال سکوں؛ مگر اس پروردگار فعّال ما شاء نے مجھ جیسے ناقابل وناکارہ کو ان بزرگوں، جبال علم وعمل کی جگہ پر کام کرنے والا بنا دیا۔ وہ کام لے رہا ہے اور کام چل رہا ہے ؎

تو مگو ما را بدان شہ بار نیست
بر کریماں کارہا دشوار نیست

ہمت بلند کیجیے اور اس کریم کارساز کی قدرت اور عنایت پر اعتماد کر کے اس کی توجہ کو نصب العین بنائیے، وہ بفضلہٖ ومنہٖ دستگیری فرمائے گا، اور ہر مشکل کو آسان کر دے گا۔ ان کی اور دیگر مدرسینِ کرام کی خدمت عالیہ میں سلام مسنون اور استدعائے دعواتِ صالحہ عرض کر دیں۔ اس ناکارہ ننگِ اسلاف کو دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

مولانا محمد جلیل صاحب وقاری اصغر علی صاحب بخیر وعافیت ہیں، سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ ۳۰/ربیع الاول ۱۳۷۰ھ۔

☆☆☆☆☆

مندرجۂ ذیل تحریر احقر عبد الرؤف کی ہے، اس میں الفاظ مخطوطہ حضرت مدنیؒ کے تحریر کردہ ہیں۔

''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لا إلٰہ إلا اللّٰہ'' دو سو مرتبہ اس طرح پر کہ ''لا'' کو دل سے- جو کہ بائیں جانب ہے- لے کر گردن دائیں مونڈھے تک لائے اور

"إله" پر سانس چھوڑ دے، اور پھر لوٹ کر "إلا اللّٰه" کی ضرب کو قلب پر ختم کر دے، اور بغیر گردن پھرانے کے صرف "إلا اللّٰه" کو چار سو مرتبہ اور یہ قلب ہی پر ہو، اور اسی طرح "اللّٰه، اللّٰه" کو چھ سو مرتبہ اور یہ بھی قلب ہی پر ہو، اور اسی طرح ایک سو مرتبہ "اللہ" صرف اور یہ بھی قلب ہی پر ہو، مجموعۂ تعداد تیرہ سو ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک مجلس میں قبلہ رو باوضو ہو، جس وقت بھی ہو؛ مگر آخری رات میں زیادہ بہتر ہے۔

مندرجۂ ذیل سطور حضرت مدنیؒ کی تحریر کردہ ہیں۔

شروع ذکر کرنے سے پہلے درود شریف ۳ مرتبہ، سورۂ فاتحہ ۳ مرتبہ، سورۂ اخلاص ۱۲ رمرتبہ، درود شریف ۳ رمرتبہ پڑھ کر دعا کریں "اللّٰهم بلغ ثوابه إلى مشايخي الطريقة، وبحرمتهم طهّر قلبي عمّا سواک، ونوّره بأنوار معرفتک وعشقک يا أكرم الأكرمين"۔

(ماخوذ از "ماہنامہ الحق" جلد ۱۳، شمارہ ۶، ماہ ربیع الاوّل/ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق مارچ ۱۹۷۸ء)

☆☆☆☆☆

راقم الحروف کے پاس حضرت مدنی رحمہ اللہ کے جو مکاتیب ہیں ان میں سے بعض کو درج کیا جاتا ہے۔

محترم المقام زید مجدکم ......السلام علیکم

والا نامہ باعث عزت افزائی ہوا، یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں، بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہوں اور آپ کی خیریت کا خواستگار ہوں، عقد نکاح سے خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ آمین!



جس وقت تشریف لائیں تو دو سیر زیرہ خوشبودار ضرور لیتے آئیں، دام یہاں ادا کر دیئے جائیں گے۔ والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی......(لفافہ پر مارچ ۱۹۴۰ء کی تاریخ درج ہے)

☆☆☆☆☆

محترم المقام زید مجدکم ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ کے بہنوئی صاحب کی صحت کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے شفائے کامل عطا فرمائے۔ آمین! خدا پر بھروسہ رکھیں، کسی کے جال اور فریب سے کچھ نہیں ہوتا، اپنی طرف سے خاموشی اور تدبیر سے جواب ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ خود محافظ ہے، دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی......از دار العلوم دیوبند

☆☆☆☆☆

محترم المقام زید مجدکم ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، بہنوئی صاحب کے وصال سے صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں عالی مقام عطا فرمائے۔ آمین! اور آپ سب حضرات کو صبر کی توفیق بخشے۔ آمین! ان کی والدہ صاحبہ اور اہلیہ صاحبہ کو صبر کی تلقین فرمائیں، اور کہیں موت ایسی چیز ہے کہ اس سے کوئی نہ بچا اور نہ بچے گا، اس کا سب کو مزہ چکھنا ہوگا؛ لہٰذا صبر ہی کرنا چاہیے۔

دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہ از دارالعلوم دیوبند، ۲۶ رشعبان ۱۳۶۵ھ

من جانب اصغر علی مضمون واحد عرض ہے، حضرت مولانا صاحب پرسوں روانۂ آسام ہوگئے، میں مقیم دیوبند رہوں گا۔

☆☆☆☆☆

محترم المقام...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ پہنچا، یاد فرمائی کا شکریہ، بحمد اللہ اچھا ہوں، اس وقت کوئی بیماری نہیں ہے ''مجلس خدام الدین'' کی طرف سے دعوت نامہ آیا تھا، میں نے عدیم الفرصتی کی وجہ سے انکار کردیا، میں نہیں آؤں گا، اگر آتا تو میرے ساتھ صرف ایک آدمی آتا ہے، اطلاعاً عرض ہے۔ والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہ از دیوبند ۲۹ رمحرم الحرام ۱۳۷۳ھ (اکتوبر ۱۹۵۳ء)

☆☆☆☆☆

محترم المقام...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سفر سے واپسی کے بعد دو والے نامے ملے، احوال معلوم ہوکر بہت زیادہ افسوس ہوا۔ خیر! صبر واستقلال سے رہیں، ان لوگوں کے کہنے کی کچھ پروانہ کریں، دعائے خیر میں فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہ از دیوبند ۹ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ (نومبر ۱۹۵۳ء)

☆☆☆☆☆



محترم المقام...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ پہنچا، یاد فرمائی کا شکریہ، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کامل عطا فرمائے اور مقاصد میں کامیاب فرمائے، میں نے بمبئی جانے کا کسی سے وعدہ نہیں کیا۔ والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہ از دیوبند

۲۹ رجمادی الاول ۱۳۷۳ھ (فروری ۱۹۵۴ء)

☆☆☆☆☆

محترم المقام...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ پہنچا، یاد فرمائی کا شکریہ، مکان پر بعافیت پہنچنے اور سب کو خیریت سے پانے سے خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ ہمیشہ بعافیت رکھے۔ گھر والے اور دیگر حضرات پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون عرض کردیں، دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہ از دیوبند

۲۳ ررجب المرجب ۱۳۷۳ھ (مارچ ۱۹۵۴ء)

☆☆☆☆☆

محترم المقام...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ پہنچا، یاد فرمائی کا شکریہ، مَسند تدریس پر فائز ہونے سے بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہ از دیوبند/ ۲۲ رذی قعدہ ۱۳۷۳ھ (اگست ۱۹۵۴ء)

☆☆☆☆☆

محترم المقام......السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ باعث عزت افزائی ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، میرے متعلق خبر غلط ہے، نہ میں نے وعدہ کیا نہ کسی نے مجھ کو لکھا اطلاعاً عرض ہے۔

دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہٗ

از دیوبند ۷/صفر المظفر ۱۳۷۵ھ (ستمبر ۱۹۵۵ء)

☆☆☆☆☆

محترم المقام......السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ باعثِ عزت افزائی ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ، والدہ صاحبہ کے وصال کی خبر پڑھ کر صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں عالی مقام عطا فرمائے اور آپ حضرات کو صبر جمیل کی توفیق دے۔آمین والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہ از دیوبند ۲۱/ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ

اصغر علی کی جانب سے مضمون واحد عرض ہے۔

☆☆☆☆☆

محترم المقام......السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ پہنچا، یاد فرمائی کا شکریہ، بفضلہ تعالیٰ مع متعلقین بخیریت ہوں، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مہتمم صاحب کو دورۂ حدیث کی مخالفت سے محفوظ فرمائے اور



صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔آمین والسلام

مولانا حسین احمد بقلم اصغر علی غفرلہٗ

از دیوبند، ۲۹/ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ (جولائی ۱۹۵۷ء)

☆☆☆☆☆

## مکاتیب شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ

﴿۱﴾

برادر عزیز زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون! آپ کا خط آیا، سوانحِ فاجعہ کا حال معلوم ہو کر صدمہ ہوا، خداوندِ عالم مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماویں۔آمین

اس کے ساتھ اس کی خوشی بھی ہے کہ آپ کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس ابتلا کا مقابلہ پوری پامردی کے ساتھ کیا۔دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ حیاتِ طویلہ عطا فرما کر اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرماویں۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں کچھ طلبہ روڑکی کے مدرسہ کے لیے روانہ کر دوں، سو حالت یہ ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سال سے میرا تعلق تعلیم سے نہیں ہے۔پہلے تعلیمی تعلق تھا تو طلبہ میرے پاس آتے تھے، ان میں سے جو لوگ ''دارالعلوم'' کی امداد سے کسی وجہ سے محروم رہتے تھے' ان کو مشورہ دے دیا کرتا تھا کہ تم فلاں جگہ چلے جاؤ؛ مگر اب یہ صورت نہیں رہی، اس لیے طلبہ میرے پاس بہت کم آتے ہیں۔تاہم اگر ممکن ہوا تو ارشاد عالی کی تعمیل کروں گا۔

حضرت مولانا مدنی اب تک دیوبند تشریف نہیں لائے ہیں۔ حضرت مولانا محمد جلیل صاحب تشریف لے آئے ہیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہ......از دیوبند، ۲۱؍شوال ۱۳۶۱ھ

﴿۲﴾

جنابِ محترم زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون! عرصہ سے آپ کی خیریت معلوم نہ ہوئی، اس وجہ سے فکر ہے، امید ہے کہ خیریت مزاج عالی سے مطلع فرما کر ممنون فرماویں گے۔

آپ کے جانے کے بعد ''مدرسہ رحمانیہ'' کا حال کچھ ایسا بگڑا کہ اس کا درست ہونا دشوار ہو گیا ہے۔ میں بحمد اللہ خیریت سے ہوں، بعض خلجانات میں مقدرات الٰہیہ مبتلا کر دیتے ہیں؛ اس لیے پریشان ہوں۔ امید ہے کہ آپ اپنی ادعیۂ مستجابہ سے میری امداد فرماویں گے۔

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد یوسف صاحب سے سلام مسنون، برخوردارم قاری حافظ احمد میاں اور حامد میاں سلمہا سلام عرض کرتے ہیں۔

محمد اعزاز علی......۱۵؍جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ

﴿۳﴾

عزیز مکرم زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون! آپ کا خط آیا، حالات معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ آپ روڑکی میں تھے تو گاہے گاہے شرف ملاقات حاصل ہو جایا کرتا تھا، اس قدر بُعد کے



باوجود بھی وہی عادت ہے، دل چاہتا ہے کہ حالات معلوم ہوتے رہیں، الحمد للہ! کہ آپ نے توجہ فرمائی۔ آپ یقین کریں کہ میں جب کبھی یہ سن لیتا ہوں کہ آپ حضرات خیرت سے ہیں یا یہ کہ مشاغل علمیہ میں مصروف ہیں (بہت خوشی ہوتی ہے) اس لیے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ اس مرتبہ ترمذی شریف جلد ثانی پڑھا رہے ہیں۔ **بارک اللہ لک وعلیک وفیک**۔ میں متمنی ہوں کہ آپ بھی میرے لیے حسنِ خاتمہ کی دعا فرماویں۔

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد یوسف بنُّوری زید مجدہ سلام مسنون معروض ہے۔

دعا گو اور طالب دعا......محمد اعزاز علی......از دیوبند، رجب ۱۳۶۹ھ

﴿۴﴾

عزیز مکرم زیدت معالیکم

پس از سلام علیکم! آپ کا خط آیا تھا جس سے بخیر ڈابھیل پہنچنے کا حال معلوم ہو گیا تھا، اس کے بعد مرسلہ تیس روپئے بھی مل گئے، آپ کے اسباق کی فہرست دیکھ کر دل بہت خوش ہوا، دعا ہے کہ اللہ میاں اس سے زیادہ اور ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت مولانا مدنی وجع الرکبتین کی وجہ سے علیل تھے بالآخر رائے ہوئی کہ مسہل لیں، دس پندرہ روز تک منضج ہوئے اس کے بعد کل دوسرا مسہل تھا، تیسرا مسہل غالباً اتوار کو ہوا، درد میں بڑی حد تک کمی ہے۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری پاکستان تشریف لے گئے، احمد میاں اور حامد میاں سلمہما سلام

عرض کرتے ہیں۔

محمد اعزاز علی......از دیوبند، یوم عرفہ ۱۳۶۹ھ

﴿۵﴾

عزیز مکرم زیدت معالیکم ......السلام علیکم

آپ کا خط آیا۔ آپ کی ہمدردی کا شکر گزار ہوں، مرنے والوں کے مرنے پر افسوس کرنے کے بجائے اگر خدا توفیق دے تو اپنے سفر آخرت کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ اس حادثہ نے میرے لیے بعض جدید خلجانات پیدا کر دیئے ہیں؛ مگر جو ذات کہ ہم پر ماں باپ سے بدرجہا زیادہ شفیق ہے اس کو قدرت ہے کہ اس کو دفع کر دے۔

حضرت مولانا مدنی عمّت فیوضہم کی صاحبزادی کا انتقال بھی اسی ہفتہ میں ہو گیا ہے، حضرت ممدوح نے اپنی رضا بالقضا کا نمونہ ہم سب پر پیش کر دیا ہے۔ پرسوں حضرت مہتمم صاحب ''دارالعلوم'' تشریف لے آئے ہیں، اسٹیشن پر ان کا شاندار استقبال ہوا، مبارک بادی کا جلسہ بھی تھا۔

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد یوسف بنوری سلام عرض ہے، اور یہ بھی فرماویں کہ میرے لیے یہ بات معمولی نہیں ہے کہ آپ جیسے اصحاب فضل کو میری تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے، اور خداوند عالم آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین!

والسلام!

محمد اعزاز علی غفرلہٗ......۱۲؍ربیع الاوّل ۷۰ھ



﴿۶﴾

عزیز مکرم زیدت معالیکم ......السلام علیکم

آپ کا خط آیا، یہ معلوم ہو کر بڑا افسوس ہوا کہ ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' سے آپ نے تعلقات منقطع کر لیے، جب تک آپ ڈابھیل کے مدرسہ میں تھے کچھ خیریت باقی تھی، آپ کی علاحدگی سے خیریت بالکل مفقود ہوگئی۔ مولوی سید انظر شاہ صاحب کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا تھا میں نے ان کو حرف بحرف دکھلا دیا ہے؛ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس نے کبھی ڈابھیل جانے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اس واسطے آپ اطمینان رکھیں، آپ کا تعطل میرے لیے پریشان کن ہے۔ خداوند عالم آپ کو اس ابتلا میں نہ ڈالے۔ آمین والسلام

محمد اعزاز علی غفرلہٗ......۲۳ رمضان المبارک ۷۲ھ

﴿۷﴾

عزیز مکرم زیدت معالیکم ......السلام علیکم

آپ کا خط آیا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اگر شوال میں ٹھہرنا ہو تو اپنے ارادہ کو ضرور پورا کر لیجیے۔ بڑے جلسہ کی بھی مستقبل قریب میں حضرت شیخ مدنی مدظلہ کے آنے کی تاریخ ابھی تک متعین نہیں ہو سکی۔ امید ہے کہ ۱۵ شوال کے اندر اندر تشریف لے آویں گے، میں اچھا ہوں۔ قاری حافظ احمد میاں، مولوی حامد میاں سلمہما سلام عرض کرتے ہیں۔

از اعزاز علی غفرلہٗ......۲۶ رمضان المبارک ۷۲ھ

﴿۸﴾

**برادرِعزیز زیدت معالیکم**

پس از تحیۂ مسنونہ! آپ کا خط آیا تھا۔ اس خیال میں جواب بعجلت روانہ نہ کر سکا کہ حضرت مولانا مدنی سفرِ بہار سے تشریف لے آویں تو آپ کا خط ان کی خدمت میں پیش کروں۔ حضرت ممدوح تشریف لائے؛ مگر جلد ہی اطرافِ بمبئی کا سفر شروع کر دیا۔ غالبًا آپ ان سے مل چکے ہوں گے، اور جمیع حالات زبانی گوش گزار کر دیئے ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ مشارالیہ کے خط کا حضرت پر اثر بالکل نہ ہوا۔ میں آپ کا خادم اور دعا گو حسن خاتمہ کی درخواست کا خواستگار ہوں۔

محمد اعزاز علی عفی عنہ......از دیوبند، ۹؍ربیع الثانی ۷۳ھ

﴿۹﴾

**برادرِ عزیز......زیدت معالیکم**

پس از تحیۂ مسنونہ! آپ کا خط آیا۔ یہ **معلوم** ہو کر خوشی ہوئی کہ آپ برسرِ کار ہیں، بے کار نہیں ہیں، آپ یقین کریں کہ **میری رائے یہ ہے کہ جس عالم کا علم خداوند عالم مقبول قرار دیتا ہے اس کو اشاعتِ علم کی توفیق دیتا ہے، اور اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ اس سلسلہ سے محرومی میرے نزدیک غیر مقبولیت کی علامت ہے۔** الحمدللہ ثم الحمدللہ! کہ آپ علومِ دینیہ کی اشاعت میں اب بھی مصروف ہیں، سعی فرمائیے کہ یہ لوگ آپ کی وجہ سے ہدایت و رشد حاصل کریں۔ ”**لأن يهدي الله بك رجلا خير لك من حمر النعم**“(۱) مشارالیہ ہمیشہ علما کے مقابلہ میں جہاد کرتے رہے

(۱)أخرجه البخاري في صحيحه برقم: ۲۹۴۲ بفرق يسير.



ہیں، ان کی جبلی عادت ہے، آپ اس سے بالکل متاثر نہ ہوں۔ **ولا يحيق المكر السيئ إلا بأهله!**

حامد میاں سلام عرض کرتے ہیں۔

محمد اعزاز علی از دیوبند......۲۵؍ربیع الثانی ۷۳ھ

﴿۱۰﴾

**اخی فی الدین زیدت معالیکم**

پس از تحیۂ مسنونہ! عرصہ ہوا کہ آپ کا خط آیا تھا جس سے معلوم ہوا تھا کہ آپ مع الخیر والعافیت پہنچ گئے، اور اس کے بعد آپ کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ امید کہ اب بھی آپ ”دارالعلوم اُتمانزئی“ میں بخاری شریف اور ترمذی شریف وغیرہ بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے ہوں گے۔ میں آپ کا دعا گو ہوں۔ آپ سے بھی توقع ہے کہ میرے حسنِ خاتمہ کی دعائیں کریں گے۔ حضرت مولانا محمد اسرائیل صاحب بھی سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

محمد اعزاز علی......۲۷/ربیع الثانی ۷۴ھ از مظفر نگر

﴿۱۱﴾

**عزیز مکرم زیدت معالیکم**

پس از تحیۂ مسنونہ! آپ کا خط آیا، الحمدللہ! کہ آپ نے صرف جواب ہی تحریر نہ فرمایا بلکہ مسارعت کی دعا بھی کی ہے کہ خداوند عالم آپ کو بایں ہمہ محبت و سعادت مندی صحت، عافیت کے ساتھ حیات طویلہ عطا فرما کر مرضیات کی توفیق مزید عطا فرماوے۔ آمین!

آپ کے اسباق کو سن کر بہت ہی دل خوش ہوا۔ خداوند عالم کا انعام ہے، اور میرے نزدیک مقبولیت کی علامت ہے کہ طلبہ آپ سے استفادہ کر رہے ہیں؛ ورنہ آج کل تو اچھے اچھے علما تدریس کی دولت سے محروم ہیں، میں آپ کے لیے دعا گو ہوں۔ مولانا مجاہد خان صاحب، مولانا رجب خان سے بشرط سہولت سلام عرض کر دیں۔ میں حسن خاتمہ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

محمد اعزاز علی......از دارالعلوم

یکم جمادی الثانیہ ۱۳۷۴ھ

﴿۱۲﴾

برادر عزیز زیدت معالیکم

پس از تحیۂ مسنونہ! آپ کے حالات معلوم کرنے کا خیال تھا۔ پوری حالت کسی سے معلوم نہ ہوتی تھی، خدا کا شکر ہے کہ آپ نے توجہ فرمائی۔ میں آپ کی کامیابی بلکہ حق کی فتح پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت اور مدارج میں اسی طرح ترقی عطا فرماوے۔ اسی سلسلہ میں ''بخاری شریف'' کے شروع کرانے کی خبر بہت زیادہ خوش کُن ہے، اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اس خبر کا اظہار حضرت سے ضرور کیجیے، اور پہلی فرصت میں کہیے۔

حضرت مدنیؒ ان خدائی رحمتوں میں سے ہیں جو ایسی خبروں سے خوش ہوتے اور دعائیں ہماری دولت باقیہ ہیں۔

محمد اعزاز علی از دیوبند

ذی قعدہ ۱۳۷۴ھ



﴿۱۳﴾

برادر عزیز زیدت معالیکم

پس از تحیۂ مسنونہ! آپ کا خط بہت اچھے وقت پر ملا۔ مولانا محمد نقی صاحب دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے، ارادہ تھا کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کو یا مولانا ظہور احمد صاحب کو لے جاویں، اس سے مایوسی کے بعد انہوں نے از خود دوسرے اہلِ کمال کو ڈھونڈا۔ آپ کے خط کی وجہ سے میں نے اپنے کسی دوست کو ان کے ہمراہ جانے کی رائے نہ دی، انہوں نے از خود ہی تین صاحبوں (ایک مدرس اول، ایک مدرس دوم اور ایک قاری صاحب) کا انتخاب کیا۔ یہ قافلہ دو چار روز بعد روانہ ہونے والا تھا کہ ڈابھیل سے ذمہ داران مدرسہ میں سے کسی کا خط آگیا، جس سے ان کو بہت رنج ہوا، اور سب کچھ چھوڑ کر ڈابھیل واپس ہو گئے۔ فرما گئے ہیں کہ وہاں پہنچ کر سب کو بلواؤں گا، آپ کی پریشانیوں کی خبر تکلیف دہ ہے۔

ع...... چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

آپ نے حضرت مولانا محمد نقی صاحب کے متعلق کسی نئے خیال کا اظہار نہیں فرمایا اور ان کے یہ اوصاف حسنہ مجھ کو پہلے سے معلوم ہیں؛ وہ بچپن ہی سے دیوبند میں رہے ہیں۔ فاضل دارالعلوم ہو کر باہر ملازمت کی ہے؛ بلکہ اب تک بھی آپ کو ان تمام اوصاف کا پتہ نہیں ہے؛ بلکہ ''عَرَفْتَ بَعْضَهَا وَخَفِيَ عَلَيْكَ جُلُّهَا''۔

میں اچھا خاصا ہوں، اس مرتبہ کوئی ایسا مرض بھی نہیں ہوا کہ چار پائی پر پڑ جاتا، اور اسباق ناغہ کرتا۔ **فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک!**

حضرت مولانا مدنی عمّت فیوضہ آج بارہ دن ہوئے کہ سفر بہار پر ہیں۔شاید ایک ہفتہ کے بعد تشریف لے آویں۔میں آپ کا دعا گو ہوں اور حسن خاتمہ کی دعاوں کا خواستگار ہوں۔

محمد اعزاز علی امروہی غفرلہٗ

﴿۱۴﴾

برادرعزیز زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون! آپ کا خط آیا۔خدا کرے کہ ایسی ضرورتیں پیش آتی رہیں کہ آپ خط لکھنے کی تکلیف گوارا کرنے پر مجبور ہوں۔برادرم مولانا اسرارالدین صاحب کی سند تیار ہوگئی۔اساتذہ کے دستخط باقی ہیں۔دوچار دن کے بعد روانہ ہو جائے گی؛مگر مجھ کو نہایت ادب کے ساتھ آپ سے اس قدر عرض کرنا ہے کہ جب یہ قاعدہ جاری ہوگیا کہ شہادتوں کی بنا پر تعلیمات کے رجسٹر نا قابل اعتبار ہو سکتے ہیں تو پھر یہ ایسا دروازہ کھلے گا کہ ہم جیسے خدام کو اس کا بند کرنا دشوار ہوگا۔طلبا کی بات تو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں،وہ ہر بات میں شہادتوں کو پیش کرا سکتے ہیں تو اس حساب سے تعلیمات کا دفتر بالکل بے کار ہے۔میں آپ سے عرض کرتا ہوں،مولانا عبدالحق نافع کو میں نے جواب نہیں دیا،صرف اس ڈر سے کہ وہ غضب میں مشتعل ہو کر اس کی پروا نہیں کرتے ہیں کہ میرا مخاطب کون ہے۔آپ کے حکم کی تعمیل تو کردی ہے؛مگر براہ کرم قواعد اور ضوابط کا لحاظ رکھنا بھی ضروری خیال فرماویں۔

محمد اعزاز علی از دیوبند



﴿۱۵﴾

عزیز مکرم زیدت معالیکم

پس از تحیۂ مسنونہ! آپ کا خط آیا۔آپ کی دعاؤں نے اس قابل کردیا کہ میں دوستوں کو خط لکھ سکتا ہوں۔حضرت مولانا مدنیؒ زائد از حد ضعیف ہوگئے ہیں اور آج شب ہی بخاری جلد ثانی شروع کرادی ہے۔حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم پاکستان میں ہیں،اور ان کے متعلق متضاد خبریں ہیں۔وہاں کے نجی خطوط بتاتے ہیں کہ ان کی تشریف آوری سے مایوس ہو جانا چاہیے؛مگر وہ خود اس کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں اس کا علم دفتر اہتمام یا مجلس شوریٰ کے ارکان کو ہوگا،حضرت مولانا قاری اصغر علی سلام عرض کرتے ہیں۔(۱)

محمد اعزاز علی

(ماخوذ از ماہنامہ ''الحق'' جلد ۱۸،شمارہ ۱۰،شوال ۱۴۰۳/ جولائی ۱۹۴۸ء)

☆☆☆☆☆

## مکتوبات شیخ الحدیث رحمہ اللہ بنام علمائے کرام

مولانا عبدالرؤف صاحب......شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ زرگری کوہاٹ

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آداب وتسلیمات!امید ہے مزاج گرامی بہ عافیت ہوں گے۔

ماہنامہ ''تبیان''ویسے تو سال بھر پہلے سے شائع ہو رہا ہے؛ تاہم کبھی تفصیلاً

(۱)اصل کاپی میں یہاں اور بھی خطوط تھے جن میں وقتی یا خانگی امور سے متعلق مباحث تھے ان کو یہاں حذف کیا جارہا ہے۔

دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا، آج عزیزم مولوی اکرام اللہ جان قاسمی (فاضلِ دیوبند) نے کچھ مضامین سنائے۔ ماشاءاللہ بہت ہی پسند آیا۔ مضامین معیاری اور اعلیٰ قسم کے ہیں۔ اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ! میری دعا ہے کہ آپ کا رسالہ مزید ترقی کرے۔ پھلے پھولے اور عامۃ المسلمین کے لیے اصلاح و درستگی کا سامان بنے۔ تمام اساتذۂ کرام کی خدمتِ عالیہ میں سلام مسنون معروض ہے۔ والسلام

عبدالرؤف عفااللہ عنہ/ ۸۶/۸/۲۶ء

(بشکریہ ماہنامہ ''تبیان'' شیرگڑھ: ج۲/ش۳)

☆☆☆☆☆

(از اضافۂ مرتب)

مؤرخہ ۱۷/ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ از عبدالرؤف

محترم المقام حضرت مولانا عبدالحی صاحب زیدت معالیکم (۱)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پرسوں مولانا محمد یوسف صاحب زیدمجدہم (۲) سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے قدیم دوستوں اور بزرگوں کے حالات دریافت کئے، انہوں نے دورانِ گفتگو حضرت مفتی صاحبؒ (۳) کی وفات کا تذکرہ کیا، بے حد افسوس ہوا۔

**إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون!**

(۱) یہ مکتوب نقوشِ بسم اللہ جلد اول/ص ۳۰۷ سے بطور اضافہ شامل کیا گیا ہے۔ (۲) مراد حضرت بنوری رحمہ اللہ

(۳) مراد حضرت مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہؒ سابق مہتمم جامعہ ڈابھیل و مفتی اعظم برما و گجرات



ہمارے اکابرین بہت جلدی جلدی اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے، اللہ تعالیٰ خیریت سے رکھے، جب ہمارے سروں سے ایسے بزرگوں کا سایہ اٹھ گیا، نہ معلوم ہم نالائقوں کا کیا حشر ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالایمان کرے۔

میرے بھائی! والد کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا اور بہت بڑی نعمت چھن گئی؛ مگر اس پر صبر کیجیے، کیوں کہ اس کا اجر بہت بڑا ہے۔

اِصْبِرْ لِكُلِّ مُصِيبَةٍ وَ تَجَلَّدِ وَاعْلَمْ بِأَنَّ الْمَرْءَ غَيْرُ مُخَلَّدِ
وَإِذَا تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ تَسْلُوْ بِهَا فَاذْكُرْ مُصَابَكَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدِ (۱)

دنیا فانی ہے۔

أَلَا إِنَّمَا كَانَتْ وَفَاةُ مُحَمَّدٍ دَلِيْلًا عَلٰى أَنْ لَيْسَ إِلَّا اللّٰهَ غَالِبُ (۲)

اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرماوے اور حضرت مفتی صاحبؒ کو جنت الفردوس عطا فرماوے، بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ وَ كُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ (۳)
اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الآخِرَةِ (۴)

(۱) دیوان أبي العتاهية: ۷۴

(۲) نقوشِ بسم اللہ: ج۱/ص ۳۰۷ پر یہ شعر اسی طرح مذکور ہے؛ مگر ''الوساطة بين المتنبي و خصومه'' للجرجاني ص ۶۳ اور ''شرح ديوان المتنبي'' لأبي الحسن الواحدي: ۶۳ پر ''ليس للّٰه غالبُ'' مذکور ہے۔

(۳) تہذیب الآثار للطبری: ۲/۴۵۶، الرقم: ۵۷۲ (۴) بخاری شریف: ۱/۴۱۵، الرقم: ۲۹۶۱

اگر کبھی ملاقات ہو جائے تو مفتی مرغوب احمد صاحب کو اور مولانا صاحب تراج والے(۱) اور مولانا عبدالرحیم صادق صاحب (۲) سے سلام مسنون عرض کریں، عرصۂ دوسال سے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری کی جگہ پر ''جامعہ اَکوڑہ خٹک'' میں عہدۂ صدارت پر فائز ہوں۔ امید ہے کہ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہیں فرماویں گے۔

نیازمند

عبدالرؤف خادمِ علم الحدیث

---

(۱) حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ کے احوال کے لیے ''تذکرۃ المرغوب'' اور حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجویؒ کے حالات کے لیے ''تذکرۂ فخرِ گجرات'' ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) مولانا عبدالرحیم بن مولانا غلام محمد صادق صاحب راندیریؒ (ولادت ۱۹۰۱ء) فاضل جامعہ امینیہ دہلی، مدرس جامعہ حسینیہ راندیر، صدر جمعیۃ علمائے گجرات ومجلس اصلاح المسلمین وسابق رکنِ شوریٰ جامعہ ڈابھیل۔ راندیر میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل فرمائی۔ مدرسہ امینیہ دہلی اور دارالعلوم دیوبند سے خوشہ چینی کی۔ مدرسہ امینیہ دہلی سے فراغت حاصل فرمائی، پھر جامعہ حسینیہ راندیر میں خدمات انجام دیں۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا ضیاء الحق صاحب دیوبندیؒ اور مولانا امین صاحبؒ مہتمم جامعہ امینیہ وغیرہ ہیں۔ اصلاح المسلمین کے ذریعہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی خاص محنت فرمائی۔ بیسیوں کتابوں کا گجراتی زبان میں ترجمہ کیا، جس میں بہشتی زیور گجراتی بہت مقبول ہوئی۔ آپ کی زیرادارت ماہنامہ ''صادق'' تقریباً بارہ سال تک جاری رہا۔ افسوس کہ امت کا یہ مایۂ ناز قائد ۲۲/اگست ۱۹۶۸ء بروز جمعرات راندیر کے گورغریباں میں محوِ خواب ہوگیا۔ رحمہ اللّٰہ رحمۃً واسعۃً! (اکابرین گجرات:۵/۱۶۵)



# مآخذ ومراجع


۱۔ تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل از مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ سابق استاذ جامعہ ڈابھیل
۲۔ تفسیر عثمانی از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
۳۔ ''مکتوباتِ شیخ الاسلام'' جلد اوّل مطبوعہ اعظم گڑھ
۴۔ انوار خلیل مرتبہ مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی (فاضل دیوبند)
۵۔ ماہنامہ ''بیّنات'' کراچی کا ''حضرت بنّوری نمبر''
۶۔ ''صوبہ سرحد کے علمائے دیوبند کی سیاسی خدمات'' از مولانا حافظ عبدالدیان کلیمؒ
۷۔ شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی کتابوں پر اُن کی تحریر کردہ یادداشتیں
۸۔ شیخ الحدیث صاحبؒ کے نام اکابر واصاغر کے مکاتیب وخطوط وغیرہ
۹۔ سہ ماہی ''الذکریٰ'' رجب تا رمضان ۱۴۲۶ھ مٹہ مغل خیل چارسدہ
۱۰۔ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک، نوشہرہ ج ۱۳/ش ۶، جلد ۱۸/ش ۱۰، جلد ۲۲/ش ۵
۱۱۔ ماہنامہ ''تبیان'' شیرگڑھ، مردان ج ۲/ش ۳
۱۲۔ ''حیات صدرالمدرسین'' سوانحِ حیات حضرت مولانا عبدالحلیم زروبوی صاحبؒ
۱۳۔ ماہنامہ النصیحہ چارسدہ


(کتاب کے آخر میں مزید معلومات اور اصلاح وتصحیح کے لیے
حضرت کے تلامذہ ومتعلقین سے درخواست)

مؤلف ہذا الکتاب......ابومحمد شکیل احمد

حالاً خطیب جامع مسجد رساپور، ضلع نوشہرہ، صوبہ خیبر پختونخوا، پاکستان